آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۳ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء نمبر ۴

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا ۔ چندہ سالانہ اردو پرچہ .... عہ/

تفسیر سورہ جمعہ:۔ ۸۰ صفحہ پر اعلےٰ درجہ کے کاغذ پر چھپی ہو اور اسکی چھپائی مین حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے بڑی کوشش سے اہتمام کیا ہو کہ جیسا اسکے مضامین عالی ہین ویسی ہی چھپائی بھی اعلیٰ درجہ کی ہو۔ یہ تفسیر حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کی بیان کردہ ہو۔ معلوم ہوتا ہو کہ یہ آپ کی ایک تقریر تھی جو پہلے اخبار الحکم کے مختلف نمبروں مین ٹکڑے ٹکڑے ہو کر شائع ہوئی تھی حکیم صاحب نے اسکو ایک جگہ اکٹھا کر کے ایک رسالہ کیصورت مین شایع کیا ہو تفسیر کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہو کہ یہ نورالدین کے مصنف کی تفسیر ہو جسے قرآن کریم سے سچا عشق اور جسکی روح کی یہ کلام پاک غذا ہو۔ چار آنہ قیمت پر حکیم محمد حسین صاحب قریشی پروپرائیٹر رفیق الصحت حویلی کابلی مل لاہور سے مل سکتی ہو زیادہ جلدوں کے خریداروں کے لئے رعایت بھی رکھی گئی ہو +

سر الشہادتین:۔ مصنفہ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی جسمین مولوی صاحب موصوف نے حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم اور انکے شاگرد میان عبدالرحمن صاحب شہید مرحوم کی شہادت کے متعلق قرآن کریم سے لطیف اشارون کا استنباط کیا ہو ایک آنہ قیمت دفتر البدر قادیان سے مل سکتی ہو

ریویو آف ریلیجنز کے سابقہ نمبر:۔ سال ۱۹۰۲ء اور سال ۱۹۰۳ء کے دوبارہ چھپ گئی ہین۔ جو صاحبان اسی سال سے یا سال گذشتہ کے اخیر سے خریدار ہین ان کو چاہئے کہ گذشتہ پرچے منگوا لیوین ان مین نہایت عجیب عجیب اور بالکل نئے مضامین حضرت اقدس کے قلم سے نکلے ہوئے ہین جو اور کسی طرح دستیاب نہین ہو سکتے علاوہ اسکے حضرت اقدس کا ارشاد بھی ہو کہ ہر ایک بیعت کنندہ میگزین کی اعانت مین پوری کوشش کرے اور اس کی اعانت کی سب سے عمدہ سبیل یہی ہو کہ اسکی خریداری بڑھائی جاوے۔ تا مضامین کی اشاعت بھی کثرت سے ہو سنہ ۱۹۰۲ء اور سنہ ۱۹۰۳ء کے رسالونکو ہم الگ الگ جلدون مین بھی عنقریب بند ھوانے والے ہین تاکہ جو صاحب پسند کرین وہ مجلد جلد ہر سال کی منگوا سکین اس مین خاص طور پر رعایت کیجاوے گی یعنی جلد نہایت عمدہ بندھوائی جاوے گی اور لاگت صرف ۴ر لیجاویگی اسطرح پر صرف ۴ر کے خرچ سے ایک بیش بہا ذخیرہ مضامین کا ہاتھ مین آسکتا ہو محصولڈاک بھی اسی قیمت مین شامل ہوگا جن خریدارون سے سابقہ نمبر گم ہو چکے ہون یا پرانے ہو کر خراب ہوگئے ہون۔ ان کے لئے پوری جلد کا خریدنا نہایت مفید ہوگا۔ جو صاحب اس طرح پر مجلد سنہ ۱۹۰۲ء و سنہ ۱۹۰۳ء کی جلدین منگوانا چاہتے ہون وہ ہمین ابھی اطلاع دیدین تاکہ کافی مقدار جلدون کی ہم تیار کرا دین +

اعلان بعض احباب کیطرف ابھی تک سال گذشتہ کا بقایا چلا جاتا ہے ان کی خدمت مین التماس ہے کہ جلدی ادا کر کے حساب بیباق کرین اور اس سال کا چندہ بھی پیشگی آنا چاہئے جو صاحب خود بذریعہ منی آرڈر اپنی رقوم ارسال کر دین یا خود وی پی کی اجازت دیدین وہ دفتر کو بہت سی خط و کتابت سے بچا سکتے ہین امید ہے کہ تمام ہی خواہان سلسلہ اس طریق کو اختیار کر کے اپنی اپنی رقوم دفتر مین بھیجدین گے +

مینیجر ریویو آف ریلیجنز قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام کی برکات

(از حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

اس جگہ ہم کسی قدر اس بات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے ثمرات کیا ہیں سو واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولےٰ کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قایم ہو جائے اور نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک قوت اُسکے کام میں لگ جائے تو آخری نتیجہ اُس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کے اعلیٰ تجلیات تمام حجب سے مبرّا ہو کر اس کی طرف رُخ کرتے ہیں اور طرح طرح کے برکات اُس پر نازل ہوتے ہیں اور وہ احکام اور وہ عقاید جو محض بیان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفات صحیحہ اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں۔ اور مغلقات شرع اور دین کے اور اسرار سربستہ ملت حنیفیہ کے اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوت الہٰی کا اس کو سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کامل حاصل کرے اور اُس کی زبان اور اُس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت اس کو عطا کیجاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلیٰ مقام اس کو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگ دلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور شہوات اور ردائت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکلی اُس سے دور کر کے اُس کی جگہ ربانی اخلاق کا نور بھر دیا جاتا ہے تب وہ بکلی مبدّل ہو کر ایک نئی پیدایش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدا تعالےٰ سے سُنتا اور خدا تعالےٰ سے دیکھتا اور خدا تعالےٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدا تعالےٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے اسکا غضب خدا تعالےٰ کا غضب اور اس کا رحم خدا تعالےٰ کا رحم ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں اس کی دعائیں بطور اصطفاء کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلا کے اور وہ زمین پر حجت اللہ اور امان اللہ ہوتا ہے۔ اور آسمان پر اُسکے وجود سے خوشی کیجاتی ہے اور اعلےٰ سے اعلےٰ عطیہ جو اس کو عطا ہوتا ہے مکالمات الہٰیہ

اور مخاطبات حضرت یزدانی ہین جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کی طرح اس کے دل پر نازل ہوتے رہتے ہین اور ایک شدید الاثر لذت اپنے ساتھ رکھتے ہین اور طمانینت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہین اور اس کلام اور الہام مین فرق یہ ہے کہ الہام کا چشمہ تو گویا ہر وقت مقرب لوگون مین بہتا ہے اور وہ روح القدس کے بلائے بولتے اور روح القدس کے دکھائے دیکھتے اور روح القدس کے سنائے سنتے اور ان کے تمام ارادے روح القدس کے نفخ سے ہی پیدا ہوتے ہین اور یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ وہ ظلی طور پر اس آیت کا مصداق ہوتے ہین وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی لیکن مکالمہ الہیہ ایک الگ امر ہے اور وہ یہ ہے کہ وحی متلو کی طرح خدا تعالے کا کلام ان پر نازل ہوتا ہے اور وہ اپنے سوالات کا خدا تعالے سے ایسا جواب پاتے ہین کہ جیسا ایک دوست دوست کو جواب دیتا ہے اور اس کلام کی اگر ہم تعریف کرین تو صرف اس قدر کر سکتے ہین کہ وہ اللہ جل شانہ کی ایک تجلی خاص کا نام ہے جو بذریعہ اسکے مقرب فرشتہ کے ظہور مین آتی ہے۔ اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا دعا کے قبول ہونیسے اطلاع دیجائے یا کوئی نئی اور مخفی بات بتائی جائے یا آیندہ کی خبرون پر آگاہی دیجائے یا کسی امر مین خدا تعالی کی مرضی اور عدم مرضی پر مطلع کیا جائے یا کسی اور قسم کے واقعات مین یقین اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچایا جاے بہرحال یہ وحی ایک الٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنیکے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ و مخاطبہ مین ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر اس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدبر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کے دخل کی خدا تعالی کی طرفسے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پر برکت الفاظ مین محسوس ہوتی اور اپنے اندر ایک ربانی تجلی اور الٰہی صولت رکھتی ہے ؛

اس جگہ ہر ایک سچے طالب کے دل مین بالطبع یہ سوال پیدا ہوگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے کہ تا یہ مرتبہ عالیہ مکالمہ الہیہ حاصل کر سکون پس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک نئی ہستی ہے جس مین نئی قوتین نئی طاقتین نئی زندگی عطا کیجاتی ہے اور نئی ہستی پہلی ہستی کے فنا کے بغیر حاصل نہین ہو سکتی - اور جب پہلی ہستی ایک سچی اور حقیقی قربانی کے ذریعہ سے جو فدائے نفس اور فدائے عزت و مال و دیگر لوازم نفسانیہ سے مراد ہے بکلی جاتی رہے تو یہ دوسری ہستی فی الفور اس کی جگہ لے لیتی ہے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ پہلی ہستی کے دور ہونے کے نشان کیا ہین تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب پہلے خواص اور جذبات دور ہو کر نئے خواص اور نئے جذبات پیدا ہوت اور اپنی فطرت مین ایک انقلاب عظیم نظر آوے اور تمام حالتین کیا اخلاقی اور کیا ایمانی اور کیا تعبدی ایسی صاف بدلی ہوئی نظر آوین کہ گویا ان پر اب رنگ ہی اور ہے غرض جب اپنے نفس پر نظر ڈالے تو اپنے تئین ایک نیا آدمی پاوے اور ایسا ہی خدا تعالی بھی نیا ہی دکھائی دے اور شکر اور صبر اور یاد الٰہی مین نئی لذتین پیدا ہو جائین جن کی پہلے کچھ بھی خبر نہین تھی اور بدیہی طور پر محسوس ہو کہ اب اپنا نفس اپنے رب پر بکلی متوکل اور غیر سے بکلی لاپروا ہے اور تصور وجود حضرت باریتعالی اس قدر اسکے دل پر استیلا پکڑ گیا ہے کہ اب اس کی نظر شہود مین وجود

غیر بکلّی معدوم ہے اور تمام اسباب ہیچ اور ذلیل اور بیقدر نظر آتے ہین اور صدق اور وفا کا مادّہ اسقدر جوش مین آ گیا ہے کہ ہر ایک مصیبت کا تصور کرنے سے وہ مصیبت آسان معلوم ہوتی ہے اور نہ صرف تصور بلکہ مصائب کے وارد ہونیسے بھی ہر ایک درد برنگ لذت نظر آتا ہے تو جب یہ تمام علامات پیدا ہو جائین تو سمجھنا چاہیئے کہ اب پہلی ہستی پر موت آ گئی +

اس موت کے پیدا ہو جانیسے عجیب طور کی قوتین خدا تعالی کی راہ مین پیدا ہو جاتی ہین وہ باتین جو دوسرے کہتے ہین پر کرتے نہین اور وہ راہین جو دوسرے دیکھتے ہین پر چلتے نہین اور وہ بوجھ جو دوسرے جانچتے ہین پر اٹھاتے نہین ان سب امور شاقہ کی اس کو توفیق دیجاتی ہے کیونکہ وہ اپنی قوت سے نہین بلکہ ایک زبردست الہی طاقت اس کی اعانت اور امداد مین ہوتی ہے جو پہاڑون سے زیادہ اسکو استحکام کی روسے کر دیتی ہے اور ایک وفادار دل اس کو بخشتی ہے تب خدا تعالے کے جلال کے لیئے وہ کام اس سے صادر ہوتے ہین اور وہ صدق کی باتین ظہور مین آتی ہین کہ انسان کیا چیز ہے اور ادھر ادکیا حقیقت ہے کہ خود بخود ان کو انجام دیسکے وہ بکلّی غیر سے منقطع ہو جاتا ہے اور ما سوا اللہ سے دونون ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور سب تفاوتون اور فرقون کو درمیان سے دور کر دیتا ہے اور وہ آزمایا جاتا اور دکھ دیا جاتا ہے اور طرح طرح کے امتحانات اُسکو پیش آتے ہین اور ایسے مصائب اور تکالیف اسپر پڑتی ہین کہ اگر وہ پہاڑون پر پڑتین تو انہین نابود کر دیتین اور اگر وہ آفتاب اور ماہتاب پر وارد ہوتین تو وہ بھی تاریک ہو جاتے لیکن وہ ثابت قدم رہتا ہے اور وہ تمام سختیون کو بڑی انشراح صدر سے برداشت کر لیتا ہے اور اگر وہ ہاون حوادث مین پیسا بھی جائے اور غبار سا کیا جائے تب بھی بغیر انی مع اللہ کے اور کوئی آواز اسکے اندر سے نہین آتی جب کسی کی حالت اس نوبت تک پہنچ جائے تو اسکا معاملہ اس عالم سے وراء الوراء ہو جاتا ہے اور ان تمام ہدایتون اور مقامات عالیہ کو ظلّی طور پر پا لیتا ہے جو اس سے پہلے نبیون اور رسولون کو ملے تھے اور انبیاء اور رسل کا وارث اور نائب ہو جاتا ہے وہ حقیقت جو انبیاء مین معجزہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے وہ اس مین کرامت کے نام سے ظاہر ہو جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء مین عصمت کے نام سے نامزد کیجاتی ہے اس مین محفوظیت کے نام سے پکاری جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء مین نبوّت کے نام سے بولی جاتی ہے اس مین محدثیت کے پیرایہ مین ظہور پکڑتی ہے حقیقت ایک ہی ہے لیکن بباعث شدت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے جاتے ہین اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات مبارکہ اشارت فرما رہے ہین کہ محدّث نبی بالقوہ ہوتا ہے اور اگر باب نبوّت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود مین قوّت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اسی قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدّث کا حمل نبی پر جائز ہے یعنے کہہ سکتے ہین کہ المحدّث نبی جیسا کہ کہہ سکتے ہین کہ العنب خمر نظراً علے القوۃ والاستعداد ومثل ہذا الحمل شائع متعارف فی عبارات القوم وقد جرت المحاورات علے ذالک کما لا یخفی علی کل ذکی

عالم مطلع علی کتب الادب والکلام والتصوف۔ اور اسی حمل کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہ نے اس قرأت کو جو وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث ہے مختصر کر کے قرأت ثانی مین صرف یہ الفاظ کافی قرار دیئے کہ وما ارسلنا من رسول ولا نبی۔

اور اس سوال کا جواب کہ جس شخص کو شرف مکالمہ الٰہیہ کا نصیب ہو وہ کب اور کن حالات مین اخذ کلام الٰہی کا زیادہ تر مستحق ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ اکثر شدائد اور مصائب کے نزول کے وقت اولیاء اللہ پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے تا ان کی تسلی اور تقویت کا موجب ہو جب وہ نزول آفات اور حوادث فوق الطاقت سے نہایت شکستہ اور دردمند اور کوفتہ ہو جاتے ہین اور حزن اور قلق انتہا کو پہنچ جاتا ہے تب خدا تعالے کی صفت کلام اُن کے دلپر متجلی ہوتی ہے اور کلمات طیبہ الٰہیہ سے ان کو سکینت اور تشفی بخشی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملہم کی انکساری حالت الہامی آگ کے افروختہ ہونیکے لئے بہت ہی دخل رکھتی ہے جب ایک شرف یاب مکالمہ الٰہی کمال دردمند اور مضطر ہوتا ہے اور اس کی توجہ درد اور حزن سے ملی ہوئی ایک تار بندھ جانے کی حالت تک پہنچ جاتی ہے اور وفاداری اور تضرع اور صدق کے ساتھ ربوبیت کی شعاعونکے نیچے جا پڑتی ہے تو یکدفعہ ربوبیت کی ایک شعاع اپنی ربوبیت کی تجلی کے ساتھ اس پر گرتی ہے اور اس کو روشن کر دیتی ہے اور وہ روشنی کبھی کلام کی صورت مین اور کبھی کشف کی صورت مین ظاہر ہوتی ہے اور رجوع کرنیوالے دل کو اس فتیلہ کی طرح جو آگ کے نزدیک پہنچ جاتا ہے اپنے ربانی نور سے منور کر دیتی ہے کیا یہ بدیہی طور پر محسوس نہین ہوتا جو ایک فتیلہ جو پاکیزہ تیل اپنے اندر رکھتا ہے۔ جب آگ کے نزدیک کیا جاتا ہے تو وہ فی الفور صورت بدل لیتا ہے اور آگ کی صحبت سے واپس آتے وقت ایک چمکتا ہوا شعلہ اپنے ساتھ لاتا ہے پس ایک عارف اور کامل انسان اس وقت مکالمہ الٰہیہ کے لئے نہایت ہی استعداد قریبہ رکھتا ہے جب وہ دردمند ہو کر آستانہ الٰہی پر گرتا ہے اور ہر ایک طرف سے منقطع ہو کر اُس موافقت اور مصادقت کو جو اسکے رگ و ریشہ مین رچی ہوئی ہے ایک تازہ اور نیا جوش دیتا ہے اور دردناک روح کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد کے لئے التجا کرتا ہے تب خدا تعالے اس کی سنتا ہے اور اسے نوید اور محبت کے ساتھ جواب دیتا ہے اور اُسپر رحم کرتا ہے اور اُسکی دعاؤن کو اکثر قبول فرما لیتا ہے آج کل کے بعض ملحدانہ خیال والے جو یورپ کے فلسفہ اور نیچر کے تابع ہو گئے ہین اور اجابت اور قبولیت دُعا سے منکر ہین اُن کے یہ خیالات سراسر باطل ہین کہ قبولیت دعا کچھ چیز نہین اور تحصیل مرادات کے لئے دعا کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مومن پر خدا تعالے کے فضلون مین سے یہ ایک بڑا بھاری فضل ہوتا ہے جو اس کی دعائین قبول ہوتی ہین اور اس کی درخواستین گو کیسے ہی مشکل کامون کے متعلق ہون اکثر بہ پایہ اجابت پہنچتے ہین اور دراصل ولایت کی حقیقت یہی ہے جو ایسا قرب اور وجاہت حاصل ہو جائے جو یہ نسبت اور ونکے بہت دعائین قبول ہون کیونکہ ولی خدا تعالے کا دوست ہوتا ہے اور خالص دوستی کی یہی نشانی ہے کہ اکثر درخواستین اس کی قبول کیجائین پس جو شخص کہتا ہے کہ دعا قبول ہونیکے اس سے زیادہ

اور کچھ معنے نہین کہ خدا تعالیٰ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ جان لیتا ہو کہ اس نے دعا کی ہے
ایسا شخص مسخرہ ہو اور خدا تعالیٰ کی کتاب اور اسکے دین سے محض بیگانہ ہے اگر صرف دعا کا سن لینا اجابت
مین داخل ہو اور اس سے زیادہ کوئی بات نہین تو یہ ہر ایک کہہ سکتا ہو کہ میری دعا رد نہین ہوئی کیونکہ اگر
اجابت سے مطلب صرف اطلاع بر دعا ہے تو پھر کون شخص ہے جس کی دعا سے خدا تعالیٰ بے خبر رہتا ہے ظاہر
ہے کہ اللہ جلشانہ بباعث اپنی صفت علیم اور خبیر اور سمیع ہونیکے ہر ایک بات کو سنتا ہے اور ہر ایک شخص
کی آواز اس تک پہنچ جاتی ہے پھر ایسے سننے مین مومن اور غیر مومن کی دعا مین فرق کیا ہو اور یہ کہنا کہ مومن
کو لبیک کہتا ہے اور دوسرے کو نہین یہ کیونکر ثابت ہو جبکہ اصل محرومی مین مومن اور غیر مومن دونون مساوی
ہین تو ایک کافر بھی کہہ سکتا ہے کہ میری دعا پر لبیک کہا گیا ہے تو اب اسکا کون فیصلہ کرے کہ نہین کہا گیا
اور ایسی بمعنی لبیک کا فایدہ کیا بلکہ مومن کی دعا ضرور قبول کیجاتی ہو اور اگر قبول کرنا مومن کے حق مین بہتر
نہ ہو تو کم سے کم یہ ہوتا ہے کہ مومن کو نرمی اور محبت کی راہ سے بذریعہ محبانہ مکالمہ کے اسپر اطلاع دیجاتی ہو
خدا تعالےٰ جو تمام رحمتون کا سرچشمہ ہے سب سے زیادہ رحمت مومن پر ہی کرتا ہے اور ہر ایک مصیبت کے
وقت اسے سنبھالتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور مومن ایک طرف
تو فتح مومن ہی کو دیتا ہے اور اس کی عمر اور عافیت کے دن بڑھاتا ہے دشمن کہتا ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے
اور ناپدید ہو جائے پر وہ دشمن کو ہی ہلاک کرتا ہے اور اس کی بد دعائین اسی کے سر پر مارتا ہے پر مومن
کی دعا کو قبول کر لیتا ہے اور اس کی دعاؤنکو قبول کر کے وہ خوارق دکھلاتا ہے جنسے دنیا حیران ہو جاتی
ہے کرامت کیا چیز ہے ؟ مومن کی دعا جو قبول ہو کر ایک نہایت مشکل اور بعید از عقل کام کو پورا کر دیتی
ہے اور تمام خلقت کو ایک حیرت مین ڈالتی ہو پھر کیونکر کہا جائے کہ دعا قبول نہین ہوتی نادان ہو وہ شخص
جو ایسا خیال کرتا ہے بیوقوف ہو وہ فلسفی جو ایسا سمجھتا ہے یہ دعوے بے دلیل نہین اسپر میرے پاس کھلے کھلے
دلائل اور نہایت روشن براہین ہین پر جو اپنی آنکھون پر پٹی باندھتا ہے تا آفتاب نظر نہ آوے وہ کیونکر روشنی
کو دیکھ سکتا ہے ✤

اب یہ بھی یاد رہے کہ وہ اسلام جس کی خوبیان ہم بیان کر چکے ہین وہ ایسی چیز نہین ہو جسکے ثبوت کیلئے ہم
صرف گذشتہ کا حوالہ دین اور محض قبرونکے نشان دکھلائین اسلام مردہ مذہب نہین تا یہ کہا جائے کہ اُسکی سب برکات
پیچھے رہ گئی ہین اور آگے خاتمہ ہو اسلام مین بڑی خوبی یہی ہے کہ اس کی برکات ہمیشہ اسکے ساتھ ہین اور وہ صرف
گذشتہ قصونکا سبق نہین دیتا بلکہ موجودہ برکات پیش کرتا ہے دُنیا کو برکات اور آسمانی نشانون کی ہمیشہ ضرورت
ہو یہ نہین کہ پہلے تھی اور اب نہین ضعیف اور عاجز انسان جو اندھے کی طرح پیدا ہوتا ہو ہمیشہ اس بات کا محتاج
ہے کہ آسمانی بادشاہت کا اُسکو کچھ پتہ لگے اور وہ خدا جسکے وجود پر ایمان ہو اسکی ہستی اور قدرت کے کچھ آثار بھی ظاہر
ہون پہلے زمانہ کے نشان دوسرے زمانہ کیلئے کافی نہین ہو سکتے کیونکہ خبر معائنہ کی مانند نہین ہو سکتی اور امتداد زمانہ

سے خبرین ایک قصہ کے رنگ مین ہو جاتی ہین ہر ایک نئی صدی جو آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے
اِسلئے اسلام کا خدا جو سچا خدا ہے ہر ایک نئی دنیا کیلئے نئے نشان دکھلاتا ہے اور ہر ایک صدی کے سر پر اور
خاصکر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہو اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے
ایک قایم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جسکے آئینہ فطرت مین نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قایم مقام
نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگون کو دکھلاتا ہے اور تمام مخالفونکو سچائی اور
حقیقت نمائی اور پردہ دری کے رو سے ملزم کرتا ہے۔ سچائی کے رو سے اس طرح کہ وہ سچے نبی پر
ایمان نہ لائے۔ پس وہ دکھلاتا ہے کہ وہ نبی سچا تھا اور اس کی سچائی پر آسمانی نشان یہ ہین اور حقیقت
نمائی کی رو سے اس طرح کہ اُس نبی متبوع کے تمام مغلقات دین کا حل کر کے دکھلا دیتا ہو اور تمام
شبہات اور اعتراضات کا استیصال کر دیتا ہے۔ اور پردہ دری کے رو سے اس طرح کہ وہ مخالفونکے
تمام پردے پھاڑ دیتا ہے اور دنیا کو دکھلا دیتا ہے کہ وہ کیسے بیوقوف اور معارف دین نہ سمجھنے والے
اور غفلت اور جہالت اور تاریکی مین گرنیوالے اور جناب الٰہی سے دور و مہجور رہین۔ اس کمال کا آدمی
ہمیشہ مکالمہ الٰہیہ کا خلعت پاکر آتا ہے اور زکی اور مبارک اور مستجاب الدعوات ہوتا ہو اور نہایت
صفائی سے ان باتونکو ثابت کر کے دکھلا دیتا ہے کہ خدا ہے اور وہ قادر اور بصیر اور سمیع اور علیم اور
مدبّر بالارادہ ہے اور درحقیقت دعائین قبول ہوتی ہین اور اہل اللہ سے خوارق ظاہر ہوتے ہین
پس صرف اتنا ہی نہین کہ وہ آپ ہی معرفت الٰہیّہ سے مالامال ہے بلکہ اسکے زمانہ مین دنیا کا
ایمان عام طور پر دوسرا رنگ پکڑ لیتا ہے اور وہ تمام خوارق جن سے دنیا کے لوگ منکر تھے اور اُنپر
ہنستے تھے اور اُنکو خلاف فلسفہ اور نیچر سمجھتے تھے یا اگر بہت نرمی کرتے تھے تو بطور ایک قصہ اور
کہانی کے انکو مانتے تھے اب اُسکے آنیسے اور اُسکے عجائبات ظاہر ہونیسے نہ صرف قبول ہی کرتے
ہین بلکہ اپنی پہلی حالت پر روتے اور تاسف کرتے ہین کہ وہ کیسی نادانی تھی جسکو ہم عقلمندی سمجھتے تھے
اور کیسی بیوقوفی تھی جسکو ہم علم اور حکمت اور قانون قدرت خیال کرتے تھے غرض وہ خلق اللہ
پر ایک شعلہ کیطرح گرتا ہے اور سب کو کم و بیش حسب استعدادات مختلفہ اپنے رنگ مین لے آتا ہے
اگرچہ وہ اوایل مین آزمایا جاتا اور تکالیف مین ڈالا جاتا ہو اور لوگ طرح طرح کے دکھ اسکو دیتے اور
طرح طرح کی باتین اسکے حق مین کہتے ہین اور انواع اقسام کے طریقونسے اُسکو ستاتے اور اسکی ذلت ثابت کرنا
چاہتے ہین لیکن چونکہ وہ برہان حق اپنے ساتھ رکھتا ہو اسلئے آخر ان سب پر غالب آتا ہے اور اس کی
سچائی کی کرنین بڑے زور سے دنیا مین پھیلتی ہین اور جب خدا تعالےٰ دیکھتا ہو کہ زمین اس کی صداقت پر
گواہی نہین دیتی تب آسمان والونکو حکم کرتا ہو کہ وہ گواہی دین سو اسکے لئے ایک روشن گواہی خوارق کے
رنگ مین دعاؤنکے قبول ہونیکے رنگ مین اور حقایق و معارف کے رنگ مین آسمان سے اترتی ہو اور وہ گواہی

بہرون اور گونگون اور اندھون تک پہنچتی ہے اور بہتیرے ہین جو اسوقت حق اور سچائی کی طرف کھینچے جاتے ہین مگر مبارک وہ جو پہلے سے قبول کر لیتے ہین کیونکہ انکو بوجہ نیک ظن اور قوت ایمان کے صدیقونکی شان کا ایک حصہ ملتا ہے اور یہ اُسکا فضل ہے جس پر چاہے کرے۔

اب اتمام حجت کیلئے مین یہ ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ اسی کے موافق جو ابھی مین نے ذکر کیا ہے خدا تعالےٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک مین غرق دیکھکر اور ایمان اور صدق اور تقوے اور راستبازی کو زایل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا مین علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگونکے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس مین اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہین سو لے حق کے طالبو سوچکر دیکھو کیا یہ وقت وہی وقت نہین ہے جس مین اسلام کے لئے آسمانی مدد کی ضرورت تھی کیا ابھی تک تم پر یہ ثابت نہین ہوا کہ گذشتہ صدی مین جو تیرھوین صدی تھی کیا کیا صدمات اسلام پر پہنچ گئے اور ضلالت کے پھیلنے سے کیا کیا ناقابل برداشت زخم ہمین اٹھانے پڑے کیا ابھی تک تمنے معلوم نہین کیا کہ کن کن آفات نے اسلام کو گھیرا ہوا ہے۔ کیا اسوقت تم کو یہ خبر نہین ملی کہ کسقدر لوگ اسلام سے نکل گئے کسقدر عیسائیون مین جا ملے کسقدر دہریہ اور طبعیہ ہوگئے اور کسقدر شرک اور بدعت نے توحید اور سنت کی جگہ لے لی اور کسقدر اسلام کے ردّ کیلئے کتابین لکھی گیئن اور دنیا مین شایع کی گیئن۔ سو تم اب سوچکر کہو کہ کیا اب ضرور نہ تھا کہ خدا تعالےٰ کیطرف سے اس صدی پر کوئی ایسا شخص بھیجا جاتا جو بیرونی حملونکا مقابلہ کرتا اگر ضرور تھا تو تم دانستہ الٰہی نعمت کو ردّ مت کرو اور اس شخص سے منحرف مت ہو جاؤ جسکا آنا اس صدی پر اس صدی کے مناسب حال ضروری تھا اور جس کی ابتدا سے نبی کریم نے خبر دی تھی اور اہل اللہ نے اپنے الہامات اور مکاشفات سے اس کی نسبت لکھا تھا ذرہ نظر اٹھا کر دیکھو کہ اسلام کو کس درجہ پر بلاؤن نے مجبور کر لیا ہے اور کیسے چار و نطرف سے اسلام پر مخالفونکے تیر چھوٹ رہے ہین اور کیسے کروڑہا نفوس پر اس زہر نے اثر کر دیا ہے یہ علمی طوفان یہ عقلی طوفان یہ فلسفی طوفان یہ مکر اور منصوبونکا طوفان یہ فسق اور فجور کا طوفان یہ اباحت اور دہریت کا طوفان یہ شرک اور بدعت کا طوفان جو ہے ان سب طوفانون کو ذرہ آنکھین کھولکر دیکھو اور اگر طاقت ہے تو ان مجموعہ طوفانات کی کوئی پہلے زمانہ مین نظیر بیان کرو اور ایمانا کہو کہ حضرت آدمؑ سے لیکر تا این دم اسکی کوئی نظیر بھی ہے اور اگر نظیر نہین تو خدا تعالےٰ سے ڈرو اور حدیثونکے وہ معنے کرو جو ہو سکتے ہین واقعات موجودہ کو نظر انداز مت کرو تا تم پر کھل جائے کہ یہ تمام ضلالت وہی سخت دجالیت ہے جس سے ہر ایک نبی ڈراتا آیا ہے جسکی بنیاد اس دُنیا مین عیسائی مذہب اور عیسائی قوم نے ڈالی جسکے لئے ضرور تھا کہ مجدد وقت مسیح کے نام پر آوے کیونکہ بنیاد فساد مسیح کی ہی امت سے ہے اور میرے پر کشفاً یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا مین پھیل گئی حضرت عیسیٰؑ کو اُسکی خبر دیگئی تب اُنکی روح روحانی نزول کیلئے حرکت مین آئی اور اُسنے جوش مین

آکر اور اپنی اُمّت کو ہلاکت کا مفسدہ پیرداز پاکر زمین پر اپنا قائمقام اور شبیہ چاہا جو اسکا ایسا ہم طبع ہو کہ گویا وہی ہو سو اُسکو خدا تعالےٰ نے وعدہ کے موافق ایک شبیہ عطا کی اور اس مین مسیح کی ہمت اور سیرت اور روحانیت نازل ہوئی اور اس مین اور مسیح مین بشدت اتصال کیا گیا گویا وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے بنائے گئے اور مسیح کی توجہات نے اسکے دل کو اپنا قرارگاہ بنایا اور اس مین ہو کر اپنا تقاضا پورا کرنا چاہا پس ان معنوں سے اُسکا وجود مسیح کا وجود ٹھہرا اور مسیح کی جوشش ارادات اس مین نازل ہوئے جن کا نزول الہامی استعارات مین مسیح کا نزول قرار دیا گیا یاد رہے کہ یہ ایک عرفانی بھید ہے کہ بعض گذشتہ کاملوں کا اُن بعض پر جو زمین پر زندہ موجود ہوں عکس توجہ پڑکر اور اتحاد خیالات ہو کر ایسا تعلق ہو جاتا ہے کہ وہ اُنکے ظہور کو اپنا ظہور سمجھ لیتے ہین اور اُنکے ارادات جیسے آسمان پر اُن کے دل مین پیدا ہوتے ہین ویسا ہی باذنہ تعالےٰ اسکے دل مین جو زمین پر ہے پیدا ہو جاتے ہین اور ایسی روح جسکی حقیقت کو اُس آدمی سے جو زمین پر ہے متحد کیا جاتا ہے ایک ایسا میلان رکھتی ہے کہ جب چاہے پورے طور پر اپنے ارادات اس مین ڈالتی رہے اور اُن ارادات کو خدا تعالیٰ اُس دل سے اِس دل مین رکھ دیتا ہے غرض یہ سنت اللہ ہے کہ کبھی گذشتہ انبیاء و اولیاء اس طور سے نزول فرماتے ہین اور ایلیا نبی نے یحییٰ نبی مین ہو کر اسی طور سے نزول کیا تھا۔ سو مسیح کے نزول کی سچی حقیقت یہی ہے

احیاے موتے

مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے جو قدیم سے اسی طرح چلی آتی ہے کہ وہ انبیاء اور مامورین کو ایسے وقت میں مبعوث فرماتا ہے جب دنیا مین گناہ اور غفلت اور شرک اور کفر کی موت واقع ہو چکی ہوتی ہے اور پھر وہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ مردوں کو روحانی زندگی عطا فرماتا ہے چنانچہ مروجہ انجیلوں مین بعض فقرات ایسے پائے جاتے ہین جن سے حضرت مسیح کی طرف اسی قسم کے موتے کے احیاء کا دعوے منسوب کیا گیا ہے اور قرآن کریم تو بار بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض اسی امر کو ٹھہراتا ہے کہ تا آپ کے ذریعہ سے مردوں کو ہمیشہ کی زندگی دیجاوے بلکہ اسی امر کو آنحضرت کی صداقت اور فضیلت کی ایک دلیل ٹھہراتا ہے کہ آپ ایسے وقت مین آئے جب تمام زمین مر چکی تھی اور ایسے وقت مین بلائے گئے جب کامل طور پر اپنے پیروؤن کو وہ زندگی عطا فرما چکے تھے۔

یوحنا کی انجیل مین حضرت مسیح کا یہ قول لکھا ہے کہ قیامت اور زندگی مین ہی ہون جو مجھ پر ایمان لاوے

اگرچہ وہ مرگیا ہو تو بھی جئے گا۔ یوحنا ۱۱/۲۵ جسکا مطلب یہ ہے کہ ایسا آدمی گناہ اور غفلت اور کفر اور شرک کی موت سے نجات پاکر اطاعت الٰہی کی روحانی زندگی حاصل کریگا۔ عیسائی صاحبان کا یہ خیال ہے کہ سوائے مسیح کے اور کسی شخص نے آج تک دنیا مین ایسا دعوے نہین کیا اور اگر کوئی کرتا بھی تو اس کے مطابق ثابت کر دینا غیر ممکن ہوتا جس سے غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح کا ایسا دعوے کرنا اور پھر بہتین طور پر اُسکو پورا کر کے دکھا دینا دونون امر ثابت شدہ ہین حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونون باتین جھوٹ ہین اور دونون کا کھلا کھلا اور فلسفی ثبوت صرف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین ہی مل سکتا ہے۔ امر اول کی متعلق تو اتنا کہدینا کافی ہو کہ انجیلین حضرت مسیح کے زمانہ دراز بعد لکھی گیئن اور انکے لکھنے والونکا کچھ پتہ نہین کہ وہ کون تھے۔ حضرت مسیح کی انجیل تو ان مین کوئی ہے ہی نہین۔ چار انجیلین ہین جن کے نام یہ ہین کہ متی کے مطابق انجیل۔ لوقا کے مطابق انجیل۔ مرقس کے مطابق انجیل اور یوحنا کے مطابق انجیل۔ اب اول تو یہی معلوم نہین کہ یہ متی مرقس لوقا اور یوحنا جنکے مطابق یہ انجیلین لکھی گیئن کون لوگ تھے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ ان مین سے کوئی حواری بھی تھا تو انجیل اس کی لکھی ہوئی نہین بلکہ اس کی روایت کے مطابق بعد مین کسی نے لکھی اور وہ روایت کے لکھنے والے تک کس ذریعہ سے پہنچی یہ بھی بتایا نہین گیا خود اناجیل کے تناقض دکھاتے ہین کہ ان مین بہت تھوڑے سے مسیح کے ساتھ بڑا حصہ جھوٹ کا ملا ہوا ہے۔ کاش اگر ان اناجیل کے مصنف روایت کا سلسلہ بنا دیتے تو ان متناقض بیانون مین سے بعض کو بعض پر ترجیح دینے کی کوئی وجہ ہمارے ہاتھ مین ہوتی۔ الغرض انجیلون کے متعلق یہ کہین سے ثابت نہین ہوتا کہ ان مین یسوع کے کلمات صحیح طور پر لکھے گئے ہین۔ اور اسلئے یہ کہنا کہ فلان فقرہ جو کسی انجیل مین پایا جاتا ہے واقعی وہ مسیح کے منہ سے نکلا تھا دعوے بے دلیل ہی کیونکہ خود عیسائی محققین کے نزدیک سب انجیلین اور خصوصاً یوحنا کی انجیل پایۂ اعتبار سے بالکل ساقط ہین اس لئے امر اول کا ثبوت عیسائی صاحبان کے ہاتھ مین یہ ہین کہ واقعی مسیح ؑ نے یہ کلمات منہ سے نکالے تھے +

اب دوسرا امر یہ ہے کہ اگر بفرض محال اسے مسیح کا دعوے ہی تسلیم کر لیا جاوے تو آیا فی الواقع اس نے جہانتک انجیلون سے یا واقعات مسلّمہ سے ثابت ہوتا ہے کوئی ایسا کام بھی کر کے دکھایا جو اسکے اس دعوے پر دلیل ٹھہر سکے سو ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہین کہ ان دونون ذریعون سے ایک ذرہ بھر بھی شہادت ہمین نہین ملتی جو ایسے دعوے کی موید ہو سکے۔ جسقدر حصہ مسیح کی زندگی کا اناجیل مین بیان کیا گیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی تعلیم خود ان کے شاگردون کی پست خیالی اور کم فہمی اور دنیا طلبی کو دور نہین کر سکی اور مسیح کی گرفتاری کے وقت جو کچھ انہون نے اپنی بزدلی اور بد اعتقادی اور بیوفائی دکھلائی بلکہ بعض کی زبان پر بھی جو کچھ اس آخری وقت مین لعن طعن کے الفاظ حضرت مسیح کی نسبت جاری ہوئے یہ ایک ایسی بات ہو کہ بڑے بڑے اور اعلےٰ درجہ کے فاضل مسیحیون نے حواریون کی ان

بیجا حرکات کو میسیحیوں کے لئے سخت قابل شرم قرار دیا ہے پھر یہ خیال کرنا کہ حضرت مسیح روحانی قیامت تھے اور ان مین داخل ہو کر روحانی مُردے زندہ ہو گئے کسقدر دور از صداقت ہے جو کچھ حضرت مسیح ؑ کے پیروؤں نے آپ کی زندگی کیوقت اپنی استقامت اور ایمانداری کا نمونہ دکھلایا وہ تو ایک ایسا بد نمونہ ہے کہ ضرور اُن مسیحیون پر جو بعد مین اب تک دنیا مین آتے گئے اُسکا بد اثر پڑا ہو گا کیونکہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر حضرت مسیح ؑ سے درحقیقت معجزات ظہور مین آتے اور اعلےٰ درجہ کے عجائب کام اُن سے ظاہر ہوتے تو اُنکے حواریون کا جو ایمان لا چکے تھے ایسا بد انجام ہرگز نہ ہوتا کہ بعض چند درم رشوت لیکر انکو گرفتار کراتے اور بعض ان کو گرفتار ہوتے دیکھ کر بھاگ جاتے اور بعض ان کے روبرو انپر لعنت بھیجتے جنکے دلون مین ایمان رچ جاتا ہے اور جنکو نئی زندگی حاصل ہوتی ہے کیا اُن کے یہی آثار ہوا کرتے ہین اور کیا وہ اپنے مخدوم اپنے آقا اپنے رہبر سے ایسی وفاداریان کیا کرتے ہین اور حضرت مسیح کے الفاظ بھی جو انجیلون مین درج ہین دلالت کر رہے ہین کہ آپکے حواری اور آپکے دنرات کے دوست اور رفیق اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ بکلی روحانیت سے خالی تھے اسی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام نے بعض کو ان مین سے سست اعتقاد کے لفظ سے پکارا ہے اور بعض کو شیطان کے لفظ سے یاد کیا ہے اور اگر ہم حواریونکو الگ رکھکر اُن عیسائیون کے حالات پر نظر ڈالین جو بعد انکے وقتاً فوقتاً آج تک پیدا ہوتے رہین تو ہمین ایک بھی ان مین سے نظر نہین آتا جو دُنیا اور نفس کی قبر سے نکلکر نئی زندگی کی قیامت مین برانگیختہ ہو گیا ہو بلکہ وہ تمام نفسانیت کی تنگ و تاریک قبرون مین مرے ہوئے اور سڑے ہوئے نظر آرہے ہین اور روحانی حیات کی ہوا اُنکو چھو بھی نہین گئی وہ جانتے بھی نہین کہ خدا کون ہے اور اس کی عظمت اور قدرت کیا شے ہے اور کیونکر وہ پاک دلونکو پاک زندگی بخشتا اور ان سے قریب ہو جاتا ہے وہ تو ایک عاجز انسان کو خدا قرار دیکر اور بیوجہ اُسپر دوسرونکے گناہون کا بوجھ لادکر خوش ہو رہے ہین جاننا چاہئیے کہ موت چار قسم کی ہوتی ہے۔ غفلت کی موت گناہ کی موت شرک کی موت کفر کی موت سو یہ چارون قسمون کی موت عیسائی مذہب مین موجود ہے غفلت کی موت اسلئے کہ ان کی تمام قوتین دنیا کی آرائشون اور جمعیتون کے لئے خرچ ہو رہے ہین اور خدا تعالےٰ مین اور ان مین جو حجاب ہین ان کے دور کرنیکے لئے ایک ذرہ بھی انہین فکر نہین اور گناہ کی موت اگر دیکھنی ہو تو یورپ کی سیر کرو اور دیکھو کہ ان لوگون مین عفت اور پرہیزگاری اور پاکدامنی کسقدر باقی رہ گئی ہے اور شرک کی موت خود دیکھتے ہو کہ انسان کو خدا بنا دیا اور خدا تعالےٰ کو بھلا دیا اور کفر کی موت یہ کہ سچے رسول سے منکر ہو گئے اب اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی نسبت یہ گمان کرنا کہ انہون نے روحانی مردون کے زندہ کرنے مین قیامت کا نمونہ دکھلایا سراسر خیال محال اور دعوے بے دلیل ہے +

اس کے بالمقابل جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا نمونہ روحانی حیات کے بخشنے مین اس ذات کامل الصفات نے دکھایا جسکا مقدس نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے سارا قرآن اول سے آخر تک یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہ رسول اسوقت بھیجا گیا کہ جب تمام قومین دنیا کی روح مین مر چکی تھین اور فساد روحانی نے برّ و بحر کو ہلاک کر دیا تھا تب اس رسول پاک نے آکر نئے سرے سے دنیا کو زندہ کیا اور زمین پر توحید کا دریا جاری کر دیا۔ یسوع کا جو کچھ دعوے انجیل یوحنا مین مذکور ہی قطع نظر اس بات سے کہ بے ثبوت ہونیکی وجہ سے وہ سخت تاریکی مین پڑا ہوا ہے ویسے بھی اسکے بالمقابل قرآن کریم کا دعوے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک نہایت با عظمت اور پر شوکت دعوے ہے اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے چمک رہا ہے۔ آپ کی ذات بابرکات کی نسبت قرآن کریم سورہ انفال مین فرماتا ہے۔ اذا دعاکم لما یحییکم۔ کہ یہ رسول تم کو بلاتا ہے کہ تمہین زندگی عطا کرے۔ یعنی شرک اور کفر اور گناہ کی موت سے نکالکر روحانی زندگی عطا فرماوے اور پھر بار بار فرماتا ہے کہ دنیا سب مر چکی تھی اور خدا تعالے نے اپنے نبی خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجکر دنیا کو از سر نو زندہ کیا جیسا کہ فرمایا اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا۔ یعنی اس بات کو سن رکھو کہ زمین کو اسکے مرنیکے بعد خدا تعالے زندہ کرتا ہے اور اسی کیطرف وہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے جس مین آپ فرماتے ہین کہ انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی۔ یعنی مین وہ مردونکو اٹھانیوالا ہون جس کے قدمونپر لوگ اٹھائے جاتے ہین ایسا ہی دوسری جگہ قرآن کریم مین فرمایا قل یا عبادی الذین اسرفوا علے انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ الجزو ۲۴۔ سورہ زمر۔ یعنی کہہ اے میرے غلامو جنہون نے اپنے نفسونپر زیادتی کی ہے تم رحمت الہی سے نا امید مت ہو خدا تعالے سارے گناہ بخشدیگا (اور تمہین ایک نئی زندگی جو گناہ سے پاک ہے عطا فرمائے گا۔) اس جگہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ بجائے یہ کہنے کے کہ قل یعبا د اللہ۔ یعنی کہہ اے خدا کے بندو۔ یہ فرمایا کہ قل یا عبادی۔ یعنی کہہ اے میرے غلامو۔ یہ آیت اسلئے نازل ہوئی کہ تا خدا تعالے بیشمار رحمتون کی بشارت دیوے اور جو لوگ کثرت گناہون سے روحانی طور پر مر چکے تھے انکو نئی اور پاک زندگی کی بشارت دیوے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اور آپ کی پیروی سے حاصل ہو سکتی تھی۔ اسی لئے لفظ یا عبادی کا بھی استعمال فرمایا کہ جو شخص نئی زندگی کا خواہان ہے اسے چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے طور پر غلام ہو جائے یعنی آپ کی اطاعت مین ایسا محو ہو جائے کہ گویا غلام ہے تب گناہ کی موت کو اس سے دور کر کے پاک زندگی جو ہر ایک خوف و حزن سے خالی ہے اسے عطا کیجاوے گی اور اس جگہ اپنی رحمتون کا ایک نمونہ بھی پیش کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ خدا تعالے کہانتک اپنے وفادار بندون کو انعامات خاصہ سے مشرف کرتا ہے۔ سو اس نے قل یا عبادی کے لفظ سے یہ ظاہر کیا کہ دیکھو یہ میرا پیارا رسول دیکھو یہ میرا برگزیدہ بندہ کہ

کمال طاعت سے کس درجہ تک پہونچا کہ اب جو کچھ میرا ہے وہ اسکا ہے جو شخص نجات اور روحانی زندگی کا خواہان ہے وہ اسکا غلام ہو جائے اور اسی کے موافق یہ دوسری آیت قرآن شریف کی ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم جسکا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اسکے گناہ بخشدیئے جاتے ہیں دونوں آیتیں از روئے مفہوم ایک ہی ہیں کیونکہ کمال اتباع اس محویت اور اطاعت تامہ کو مستلزم ہے جو عبد کے مفہوم میں پائی جاتی ہے +

ماحصل ان آیتوں کا یہ ہے کہ جو لوگ دل وجان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام بنتے اور آپ کی پیروی اختیار کرتے ہیں ان کو وہ نور ایمان اور محبت اور عشق بخشا جائیگا کہ جو ان کو غیر اللہ سے رہائی دیدیگا اور وہ گناہوں سے نجات پاجائینگے اور اسی دنیا میں ایک نئی زندگی اور پاک زندگی ان کو عطا کیجائے گی اور نفسانی جذبات کی تنگ و تاریک قبر دنسے وہ نکالے جاوینگے پھر اسی کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں فرماتا ہے۔ وایدہم بروح منہ یعنے انکو روح القدس کے ساتھ مدد دی اور روح القدس کی مدد یہ ہے کہ دلونکو زندہ کرتا ہے اور روحانی موت سے نجات بخشتا ہے اور پاکیزہ قوتیں اور پاکیزہ حواس اور پاک علم عطا فرماتا ہے اور علوم یقینیہ اور براہین قطعیہ سے خدا تعالیٰ کے مقام قرب تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ اسکے مقرب وہی ہیں جو یقینی طور پر جانتے ہیں کہ وہ ہے اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اس کی قدرتیں اور اس کی رحمتیں اور اس کی عقوبتیں اور اسکی عدالتیں سب سچ ہیں اور وہ جمیع فیوض کا مبدا، اور تمام نظام عالم کا سرچشمہ اور تمام سلسلہ موثرات اور متاثرات کا علت العلل ہے مگر متصرف بالارادہ جسکے ہاتھ میں کل ملکوت السموات والارض ہے اور یہ علوم جو مدار نجات ہیں یقینی اور قطعی طور پر بجز اس حیات کے حاصل نہیں ہو سکتے جو بتوسط روح القدس انسان کو ملتی ہے اور قرآن کریم کا بڑے زور شور سے یہ دعوے ہے کہ وہ حیات روحانی صرف متابعت اس رسول کریم سے ملتی ہے اور تمام وہ لوگ جو اس نبی کریم کی متابعت سے سرکش ہیں وہ مُردے ہیں جن میں اس حیات کی روح نہیں ہے اور حیات روحانی سے مراد انسان کے وہ علمی اور عملی قوے ہیں جو روح القدس کی تائید سے زندہ ہو جاتے ہیں اور قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ جن احکام پر اللہ جلشانہ انسان کو قائم کرنا چاہتا ہے وہ چھ سو ہیں ایسا ہی اس کے مقابل پر جبرائیل ع کے پر بھی چھ سو ہیں اور بیضہ بشریت جبتک چھ سو حکم کو سر پر رکھکر جبرائیل کے پرونکے نیچے نہ آوے اس میں فنا فی اللہ ہونیکا بچہ پیدا نہیں ہوتا اور انسانی حقیقت اپنے اندر چھ سو بیضہ کی استعداد رکھتی ہے پس جس شخص کا چھ سو بیضہ استعداد جبرائیل کے چھ سو پر کے نیچے آگیا وہ انسان کامل اور یہ تولد اسکا تولد کامل اور یہ حیات حیات کامل ہے اور غور کی نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ بیضہ بشریت کے روحانی بچے جو روح القدس کی معرفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت سے پیدا ہوئے وہ اپنی کمیت اور کیفیت اور صورت اور نوع اور حالت میں تمام انبیا کے

بچون سے اتم اور اکمل ہین اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہ فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اُخرجت للناس
یعنے تم سب امتون سے بہتر ہو جو لوگون کی اصلاح کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور درحقیقت جس قدر قرآنی
تعلیم کے کمالات خاصہ ہین وہ اس امت مرحومہ کے استعدادی کمالات پر شاہد ہین کیونکہ اللہ جلشانہ کی
کتابین ہمیشہ اسی قدر نازل ہوتی ہین جس قدر اس امت مین جو تعمیل کتاب کی مکلف ہے استعداد ہوتی
ہے مثلاً انجیل کی نسبت تمام محققین کی یہ رائے ہے کہ اس کی تعلیم کامل نہین ہے اور وہ ایک ہی پہلو پر چلی
جاتی ہے اور دوسرے پہلو کو بکلی چھوڑ رہی ہے لیکن دراصل یہ قصور ان استعدادونکا ہے جنکے لئے
انجیل نازل ہوئی تھی چونکہ خدا تعالے نے انسانی استعدادونکو تدریجاً ترقی دی ہے اس لئے اوایل زمانون
مین اکثر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہین کہ جو غبی اور پلید اور کم عقل اور کم فہم اور کم دل اور کم ہمت اور
کم یقین اور پست خیال اور دنیا کے لالچون مین پھنسے ہوئے تھے اور دماغی اور دلی قوتین ان کی
نہایت ہی کمزور تھین مگر ان زمانونکے بعد ہمارے سید و مولے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ آیا جسمین
رفتہ رفتہ استعدادین ترقی کر گئین گویا دنیا نے اپنے فطرتی قوے مین ایک اور ہی صورت بدل لی تھی پس
ان کی کامل استعدادون کے موافق کامل تعلیم نے نزول فرمایا +

اب اگر عملی طور پر اسکا ثبوت چاہو تو صرف اتنا سوچنا کافی ہے کہ جزیرہ عرب کے لوگ اول کیا تھے
اور پھر اس رسول کی پیروی کے بعد کیا ہو گئے اور کیسی ان کی وحشیانہ حالت اعلے درجہ کی انسانیت
تک پہنچ گئی اور کس صدق و صفا سے انہون نے اپنے ایمان کو اپنے خونون کے بہانے سے اور اپنی جانونکے
فدا کرنے اور اپنے عزیزونکے چھوڑنے اور اپنے مالون اور عزتون اور آرامون کو خدا تعالے کے راہ مین
لگانے سے ثابت کر دکھلایا تو بلاشبہ ان کی ثابت قدمی اور انکا صدق اور اپنے پیارے رسول کی راہ مین انکی
جانفشانی ایک اعلے درجہ کی کرامت کے رنگ مین اس کو نظر آئیگی وہ پاک نظر ان کے وجودون پر کچھ ایسا کام
کر گئی کہ وہ اپنے آپ سے کھوئے گئے اور انہون نے فنا فی اللہ ہو کر صدق اور راستبازی کے وہ کام دکھلائے
جسکی نظیر کسی قوم مین ملنا مشکل ہے اور جو کچھ انہون نے عقائد کے طور پر حاصل کیا تھا وہ یہ تعلیم نہ تھی
کہ کسی عاجز انسان کو خدا مانا جائے یا خدا تعالے کو بچونکا محتاج ٹھہرایا جاوے بلکہ انہون نے حقیقی خدائے
ذوالجلال کو جو ہمیشہ سے غیر متبدل اور حی قیوم اور ابن اور اب ہونے کی حاجات سے منزہ اور موت
اور پیدایش سے پاک ہے بذریعہ اپنے رسول کریم کے شناخت کر لیا تھا اور وہ لوگ سچ مچ موت کے
گڑھے سے نکلکر پاک حیات کے بلند مینار پر کھڑے ہو گئے تھے اور ہر یک نے ایک تازہ زندگی پالی
تھی اور اپنے ایمانون مین ستارون کی طرح چمک اٹھے تھے سو درحقیقت ایک ہی کامل انسان
دنیا مین آیا جس نے ایسے اتم اور اکمل طور پر یہ روحانی قیامت دکھلائی اور ایک زمانہ دراز کے مردون
اور ہزارون برسون کے عظم رمیم کو زندہ کر دکھلایا اسکے آنیسے قبرین کھل گئین اور بوسیدہ ہڈیون مین

جان پڑ گئی اور اس نے ثابت کر دکھلایا کہ وہی حاشر اور وہی روحانی قیامت ہے جسکے قدمون پر ایک عالم قبرون مین سے نکل آیا اور بشارت ورئیت النّاس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا تمام جزیرہ عرب پر اثر انداز ہو گئی اور پھر اس قیامت کا نمونہ صحابہ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ اس خداوند قادر قدیر نے جس نے ہر قوم اور ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے اس بشیر و نذیر کو مبعوث کیا تھا ہمیشہ کے لئے جاودانی برکتین اُس کے سچے تابعدارون مین رکھدین اور وعدہ کیا کہ وہ نور اور وہ روح القدس جو اس کامل انسانؐ کے صحابہ کو دیا گیا تھا آینوالے متبعین اور صادق الاخلاص... لوگون کو بھی ملیگا جیسا کہ اس نے فرمایا ہو الّذی بعث فی الامیّین رسولاً منہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکّیہم ویعلّمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین وآخرین منہم لما یلحقوا بہم وہو العزیز الحکیم یعنے وہ رحیم خدا وہ خدا ہے جس نے امیّون مین انہین مین سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتین پڑھتا ہے اور انہین پاک کرتا ہے اور انہین کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے اگرچہ وہ پہلے اس سے صریح گمراہ تھے اور ایسا ہی وہ رسول جو ان کی تربیت کر رہا ہے ایک دوسرے گروہ کی بھی تربیت کریگا جو انہین مین سے ہو جائینگے اور انہین کے کمالات پیدا کر لین گے مگر ابھی وہ اِن سے ملے نہین اور خدا غالب ہے اور حکمت والا اس جگہ یہ نکتہ یاد رہے کہ آیت وآخرین منہم مین آخرین کا لفظ مفعول کے محل پر واقع ہے گویا تمام آیت معہ اپنے الفاظ مقدرہ کے یون ہے ہو الّذی بعث فی الامیّین رسولاً منہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکّیہم ویعلّمہم الکتاب والحکمۃ ویعلّم الآخرین منہم لما یلحقوا بہم یعنے ہمارے خالص اور کامل بندے بجز صحابہ رضی اللّٰہ عنہم کے اور بھی ہین جن کا گروہ کثیر آخری زمانہ مین پیدا ہو گا اور جیسے نبی کریم صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللّٰہ عنہم کی تربیت فرمائی ایسا ہی آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم اس گروہ کی بھی باطنی طور پر تربیت فرمائینگے یعنے وہ لوگ ایسے زمانہ مین آئینگے کہ جس زمانہ مین ظاہری افادہ اور استفادہ کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا اور مذہب اسلام بہت سی غلطیون اور بدعتون سے پُر ہو جائیگا اور فقرا کے دلوں سے بھی باطنی روشنی جاتی رہیگی تب ... اللہ تعالےٰ کسی نفس سعید کو بغیر وسیلہ ظاہری سلسلون اور طریقون کے صرف ... نبی کریم کی روحانیت کی تربیت سے کمال روحانی تک پہنچا دیگا اور اسکو ایک گروہ بنائیگا اور وہ گروہ صحابہ کے گروہ سے نہایت شدید مشابہت پیدا کریگا کیونکہ وہ تمام و کمال آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی ہی زراعت ہو گی اور آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کا فیضان انہین جاری و ساری ہو گا اور صحابہ سے وہ ملینگے یعنے اپنے کمالات کے رو سے انکی مشابہ ہو جائینگے اور ان کو خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے وہی موقعہ ثواب حاصل کرنیکے حاصل ہو جائینگے جو صحابہ کو حاصل ہوئے تھے اور باعث تنہائی اور بیکسی اور پھر ثابت قدمی کے اسی طرح خدا تعالےٰ کے نزدیک صادق سمجھی جائیگی کہ جس طرح صحابہ سمجھے گئے تھے کیونکہ یہ زمانہ بہت سی آفتون اور فتنون اور بے ایمانی

کے پھیلنے کا زمانہ ہوگا اور راستبازون کو وہی مشکلات پیش آجائینگی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش آئی تھین اس لئے وہ ثابت قدمی دکھلانیکے بعد صحابہ کے مرتبہ پر شمار ہونگے لیکن درمیانی زمانہ فیج اعوج ہے جس مین بباعث رعب اور شوکت اسلام اور کثرت اسباب تنعم صحابہ کے قدم پر قدم رکھنے والے اور انکے مراتب کو ظلی طور پر حاصل کرنے والے بہت ہی کم تھے مگر آخری زمانہ اول زمانہ کے مشابہ ہوگا کیونکہ اس زمانہ کے لوگو نپر غربت طاری ہوجائے گی اور بجز ایمانی قوت کے اور کوئی سہارا بلاؤنکے مقابلہ پر انکے لئے نہ ہوگا *

اب اس تمام تقریر کو مختصر کرکے ہم پھر کہتے ہین کہ اگر اس فقرہ کو صحیح بھی سمجھا جائے کہ حضرت مسیح نے ضرور یہ دعوے کیا تھا کہ قیامت اور زندگی مین ہون تو اس سے کچھ حاصل نہین کیونکہ ایسا دعوے جو اپنے ساتھ اپنا ثبوت نہین رکھتا کسی کے لئے موجب فضیلت نہین ہوسکتا اگر ایک انسان ایک امر کی نسبت دعوے تو نہ کرے مگر وہ امر کر دکھائے تو اس دوسرے انسان سے بدرجہا بہتر ہے۔ کہ دعوے تو کرے مگر اثبات دعوے سے عاجز رہے انجیل خود شہادت دے رہی ہے کہ حضرت مسیح کا دعوے اورون کی نسبت تو کیا خود حواریون کیحالت پر نظر ڈالنے سے ایک معترض کی نظر مین سخت قابل اعتراض ٹھہرتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اپنے حواریون کو بھی نفسانی قبرون مین ہی چھوڑ گئے اور جب ہم حضرت مسیح کے اس دعوے کو حضرت خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے مقابلہ کرتے ہین تو اس دعوے اور اس دعوے مین ظلمت اور نور کا فرق دکھائی دیتا ہے حضرت مسیح کا دعوے عدم ثبوت کے ایک تنگ و تاریک گڑھے مین گرا ہوا ہے اور کوئی نور اپنے ساتھ نہین رکھتا لیکن ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوے آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جاودانی زندگی پر یہ بھی بڑی ایک بھاری دلیل ہے کہ حضرت ممدوح کا فیض جاودانی جاری ہے اور جو شخص اس زمانہ مین بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ قبر مین سے اٹھایا جاتا ہے اور ایک روحانی زندگی اسکو بخشی جاتی ہے نہ صرف خیالی طور پر بلکہ آثار صحیحہ صادقہ اسکے ظاہر ہوتے ہین اور آسمانی مددین اور سماوی برکتین اور روح القدس کی خارق عادت تائیدین اسکے شامل حال ہوجاتی ہین اور وہ تمام دنیا کے انسانون مین سے ایک متفرد انسان ہوجاتا ہے یہان تک کہ خدا تعالے اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اپنے اسرار خاصہ اُسپر ظاہر کرتا ہے۔ اور اپنے حقایق و معارف کھولتا ہے اور اپنی محبت اور عنایت کے چمکتے ہوئے علامات اس مین نمودار کردیتا ہے اور اپنی نصرتین اس پر اتارتا ہے اور اپنی برکات اس مین رکھدیتا ہے اور اپنی ربوبیت کا آئینہ اُسکو بنا دیتا ہے اس کی زبان پر حکمت جاری ہوتی ہے اور اسکے دل سے نکات لطیفہ کے چشمے نکلتے ہین اور پوشیدہ بھید اسپر آشکار کئے جاتے ہین اور خدا تعالے ایک عظیم الشان تجلی

اس پر فرماتا ہے اور اس سے نہایت قریب ہو جاتا ہے اور وہ اپنی استجابت دعاؤن مین اور اپنی قبولیتون مین اور فتح ابواب معرفت مین اور انکشاف اسرار غیبیہ مین اور نزول برکات مین سب سے اوپر اور سب پر غالب رہتا ہے۔ چنانچہ ہمارے اس زمانے مین بھی خدا تعالے نے اسلام مین ایک انسان ایسا پیدا کیا ہے جو ان تمام صفتون سے موصوف ہے اور جو ہزارون دفعہ تمام مخالفین پر اتمام حجت کر چکے ہین کہ اگر کسی کا یہ دعوے ہو کہ روحانی حیات بجز اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور ذریعہ سے بھی مل سکتی ہے وہ اس کا مقابلہ کرے یا طالب حق بن کر اسلام کی برکات اور آیات اور نشانونکے مشاہدہ کے لئے آوے لیکن کسی نے صدق اور نیک نیتی سے اسطرف رخ نہ کیا اور اپنی کنارہ کشی سے ثابت کر دیا کہ وہ سب تاریکی مین گرے ہوئے ہین +

اور یہ اعتراض سراسر حماقت ہے کہ یہ کہا جائے کہ مسلمانون مین بھی ایسے لوگ موجود ہین جو گناہون مین غرق ہین ان کے روحانی امراض کیون دور نہ ہوئے اور یہ لوگ کیون قبرون مین سے نہ نکلے کیونکہ اگر کوئی آفتاب کیطرف سے اپنے گھر کے کواڑ بند کر کے ایک تاریک گوشہ مین بیٹھ جائے تو اگر اس تک آفتاب کی روشنی نہ پہنچے تو یہ آفتاب کا قصور نہین بلکہ خود اس شخص کا قصور ہے جسنے ایسا کیا ماسوا اسکے اگرچہ یہ لوگ کیسے ہی محجوب اور دور از حقیقت ہین مگر پھر بھی علانیہ توحید کے قایل ہین کسی انسان کو خدا نہین بناتے اور یہ برکت توحید انمین ایک نور بھی رکھتے ہین اور کسی قدر زندگی کی حرارت انمین موجود ہے۔ اسلئے ہم انہین کہہ سکتے ہین کہ وہ بالکل مر گئے اگرچہ خطرناک حالت مین ہین اگر کوئی عیسائی یا ہندو ہماریطرف سے منہ پھیر کر ایسی نکتہ چینی کرے تو وہ سخت متعصب یا سخت نادان ہی باغ مین کانٹونکا ہونا بھی ضروری ہی جہان پھول ہین کانٹے بھی ہونگے مگر فرقہ مخالفہ مین تو سراسر کانٹونکا ہی انبار نظر آتا ہے عیسائیون کی یہ سراسر بیہودہ باتین ہین کہ مسیح روحانی قیامت تھا اور مسیح مین ہو کر ہم جی اٹھے حضرات عیسائی خوب یاد رکھین کہ مسیح کا نمونہ قیامت ہونا سرمو ثابت نہین اور نہ عیسائی جی اٹھے بلکہ مردہ اور سب مردون سے اول درجہ پر اور تنگ و تاریک قبرون مین پڑے ہوئے اور شرک کے گڑھے مین گرے ہوئے ہین نہ ایمانی روح ان مین ہر نہ ایمانی روح کی برکت بلکہ ادنے سے ادنے درجہ توحید کا جو مخلوق پرستی سے پرہیز کرنا چاہئے وہ بھی انکو نصیب نہین ہوا اور ایک اپنے جیسے عاجز اور ناتوان کو خالق سمجھ کر اس کی پرستش کر رہے ہین۔ یاد رہے کہ توحید کے تین درجے ہین سب سے ادنے درجہ یہ ہو کہ اپنے جیسی مخلوق کی پرستش نہ کرین نہ پتھر کی نہ آگ کی نہ آدمی کی نہ کسی ستارہ کی دوسرا درجہ یہ ہو کہ اسباب پر بھی ایسے نہ گرین کہ گویا ایک قسم کا انکو ربوبیت کے کارخانہ مین مستقل دخیل قرار دین بلکہ ہمیشہ مسبب پر نظر رہے نہ اسباب پر تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ تجلیات الہیہ کا کامل مشاہدہ کر کے ہر ایک غیر کے وجود کو کالعدم قرار دین اور ایسا ہی اپنے وجود کو بھی غرض ہر ایک چیز نظر مین فانی دکھائی دے بجز اللہ تعالے کی ذات کامل الصفات کے یہی روحانی زندگی ہو کہ یہ مراتب ثلثہ

توحید کے حاصل ہو جائین اب غور کر کے دیکھ لو کہ روحانی زندگی کے تمام چاودانی چشمے بحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل دنیا مین آئے ہین یہی امت ہے کہ اگرچہ نبی تو نہین مگر نبیون کی مانند خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہو جاتے ہین اور اگرچہ رسول نہین مگر رسولون کی مانند خدا تعالےٰ کے روشن نشان انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہین اور روحانی زندگی کے دریا اس مین بہتے ہین اور کوئی نہین کہ انکا مقابلہ کر سکے

ایلین اور الف میم کے مضامین عصمت انبیا پر

عصمت انبیا کے مضمون پر مفصل بحث ہم اس پرچہ کے مختلف نمبرون مین کر چکے ہین لیکن خواہ کسقدر دلائل دئے جاوین عیسائی مناظرین کے نزدیک وہ کبھی کافی نہین ہو سکتے اس سے پہلے ہم فروری گذشتہ کے پرچے مین پادری مانرو کے اعتراضون کا جو اس نے حضرت آدمؑ کے ممنوع درخت سے کچھ لینے کے متعلق کئے تھے جواب دے چکے ہین لیکن اس وقت دو مضمون اور دو مختلف آدمیون کیطرف سے اسی مضمون پر شایع ہو کر ہمارے پاس پہونچے ہین یعنی ایک پادری ایلین کا مضمون حضرت آدم اور داؤدؑ پر اور دوسرا ایک شخص الف میم کا مضمون مسئلہ عصمت پر عموماً اور حضرت آدمؑ پر خصوصاً معلوم ہوتا ہے کہ پادری ایلین نے ہمارے اصل مضامین کو نہین پڑھا ورنہ وہ یہ بات نہ لکھتا کہ مرزا صاحب قادیانی نے بڑی جرأت سے یہ لکھا ہے کہ اس مضمون کے متعلق معتبر اور مستند کتابین صرف امام رازی کی تفسیر اور لسان العرب جو دس جلدون مین (۹) عربی لغت کی کتاب ہے ہین“ چونکہ مسٹر ایلین پادری کا کام کرتے ہین اس لئے اگر انہون نے بغیر اصل مضمون کے پڑھنے کے ہی اس کی تردید بھی لکھدی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہین ہم نے (نہ مرزا صاحب نے کیونکہ مضامین زیر بحث حضرت مرزا صاحب کے لکھے ہوئے نہین) یہ صاف طور پر لکھا تھا کہ ہم صرف قرآن کریم کو ہی سند مانتے ہین اور تفسیرون کو کوئی مسلمان بھی کلام الہی یا وحی الہی نہین مانتا اور امام رازی کا حوالہ بعض جگہ صرف ان بیہودہ قصون کی تردید کے لئے دیا تھا جو عیسائی مناظرین اس رنگ مین پیش کیا کرتے ہین کہ گویا وہ معتبر اور محقق مفسرین کے نزدیک صحیح اور مسلم ہین اور لسان العرب کا حوالہ صرف بعض الفاظ کے معانی کے لئے دیا گیا لیکن یہ ہم نے کہین نہین لکھا کہ اسکے سوائے باقی کل کتابین ناقابل اعتبار ہین ✤

الف میم ابتدائے مضمون مین اس جرأت کے ساتھ جو صرف پادری صاحبان سے ہی مخصوص ہو لکھتا ہے کہ ”عیسائی اپنی کتب مقدسہ کی بنیاد پر ہمیشہ اس بات کے قائل ہین کہ بجز مسیح کلمۃ اللہ کے جو پاک بے ریا بے عیب گنہگارون سے جدا اور آسمانون سے بلند ہے (عبرانی ۷ ۲۶) ہر انسان نبی ہو یا

دلی کبھی نہ کبھی اپنے خدا کی حکم عدولی کر کے گنہ گار اور عاصی ہو گیا"۔ اور آگے چلکر امام رازی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے بعض فرقوں یا بعض مسلمان متکلمین نے عصمت انبیار کا انکار کیا ہے۔ اور یہی لوگ اسکے نزدیک "محققین ہیں"۔ لیکن ان محققین نے حضرت عیسے کو بھی مستثنے نہیں کیا۔ اور جیسا وہ دوسرے انبیا کو معصوم نہیں مانتے ویسا ہی مسیح کو بھی معصوم نہیں مانتے۔ اس لئے ان فرضی "محققین" کی رائے اگر ہمارے خلاف ہے تو الف میم کی بھی اس سے تائید نہیں ہوتی کیونکہ اس نے اپنی کتاب کا ایک باب اس امر کے ثابت کرنیکے لئے مخصوص کیا ہے کہ قرآن شریف کے رو سے مسیح معصوم ہے لیکن اس حصہ مضمون پر بالفعل ہم کچھ گفتگو کرنا نہیں چاہتے ہم نے کبھی اس امر سے انکار نہیں کیا بلکہ "عصمت انبیار پر پادری مانرو کے رسالے" کے عنوان کے نیچے جو مضمون لکھا تھا اسکے ابتدا میں ہی صاف طور پر لکھدیا تھا کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے عصمت انبیا سے انکار کیا ہے لیکن تاہم ابتدائے اسلام سے اسلامی دنیا کے اکثر حصے کا مذہب عصمت انبیار ہی رہا ہے لیکن اگر مسلمانوں کے اندر کسی فرقہ یا متکلم نے عصمت انبیار سے انکار کیا ہے (جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں) تو عیسائیت بھی ایسے فرقوں اور متکلمین سے خالی نہیں جنہوں نے یا تو یسوع کی عصمت کا انکار کیا ہے اور یا یسوع کی طرح دوسرے انبیا اور صلحار کو معصوم مانا ہے۔ الف میم اس واقعہ کو چھپانا چاہتا ہے (شاید مسیح کے خون نے ان باتوں کو اسکے لئے جائز کر دیا ہے) اور اس لئے جب المسیح کی عصمت کے متعلق وہ عیسائیوں کے عقیدہ کو بیان کرتا ہے تو ایسے الفاظ میں لکھتا ہے جنسے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام عیسائی فرقے بلا اختلاف اس بات پر متفق رہے ہیں کہ یسوع بیگناہ تھا اور دوسرے تمام نبی گنہ گار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اسکی اس خلاف بیانی کی تردید ضروری سمجھتے ہیں +

عیسائی مذہب کا فرقہ بیلاڈ یسوع کی عصمت کا منکر رہا ہے اور وہ اسکو گناہ سے پاک نہ سمجھتے تھے ایک اور فرقہ ابیونایٹ کا اعتقاد یہ تھا کہ عیسائی مذہب کا بانی حضرت موسٰے اور دوسرے انبیا یا دوسرے مذاہب کے بانیوں کی مانند ہی تھا اور کوئی خاص امتیاز اسے حاصل نہ تھا یہ کوئی معمولی چھوٹا سا فرقہ نہ تھا بلکہ ابتدائے عیسویت سے اکثر یہودی جو عیسائی مذہب کو اختیار کرتے رہے وہ اس فرقہ کے ممبر تھے اور ایک مدت تک اس فرقہ کا غلبہ رہا۔ ایبلارڈ کا خیال تھا کہ یسوع میں انسانی کمزوری کے اصل نقص موجود تھے جو بعد اسکے جا ہو کر وہ فرقہ پلیگین اس بات کا انکار کرتا تھا کہ آدم کا گناہ بطور ورثہ کے آگیا اور پلیگیس کی یہ تعلیم تھی کہ جو انسان دنیا میں آتا ہے وہ پاک ہوتا ہے اور گناہ صرف ایک عارضہ ہے اور اس اعتقاد کی بھی وہ تعلیم دیتا تھا کہ دنیا میں بہت انسان ایسے ہو چکے ہیں جو اپنی اخیر زندگی تک گناہ سے پاک رہے چنانچہ پولوس کے خط بنام عبرانیوں کی تفسیر کرتے ہوئے وہ مثال کے طور پر ہابیل۔ اسحاق اور یعقوب کے نام لیتا ہے کہ یہ معصوم تھے۔ اسکے بعد عیسائیت کے فرقہ رومن کیتھولک پر غور کرو جو کئی صدیوں تک

عیسائی دنیا کا مذہب رہا ہے اور جس مین اب بھی قریبًا نصف عیسائی دنیا شامل ہی - اس فرقہ کے اعتقاد
کے رو سے مریم بھی بیگناہ پیدا ہوئی اور یسوع کی طرح پیدایشی اور حقیقی گناہ سے پاک تھی - پھر رومن کیتھولک
اس امر کے قائل ہین کہ پوپ بہ سبب پطرس کے جایز جانشین ہونیکے خطا سے محفوظ ہین بلکہ بعض نے
پطرس کو شفیع بھی مانا ہے اگرچہ یسوع نے اسکو باوجود اسکے کہ وہ اسکے دعوے مسیح موعود کو تسلیم کرتا تھا
شیطان ہی کہا ہے - پھر عیسائیت کا فرقہ موحدین لو جنکے عقائد اصل عیسائیت سے بہت ملتے جلتے ہین
ان کی یہ تعلیم ہے کہ یسوع امتحانون او غلطیون سے بتدریج پاک ہوا اور ایسا ہی یہ بھی کہ سب صادق انسان
دنیا کی سب سے بڑی امیدون کو پورا کرنے کے باعث مسیح ہی ہوتے ہین اور کمال کیطرف جو دنیا کی کوشش
ہے اس کے موید ہونیکے سبب سے وہ شفیع بھی ہوتے ہین - الف میم کو چاہیئے کہ غور کرے کہ عیسائیت
کے اس عظیم الشان اختلاف کے بالمقابل چند ایک اسلامی فرقون کا عقیدہ عصمت کو نہ ماننا کیا وقعت
رکھتا ہے - ہان ان سب سے الف میم یہ کہکر پیچھا چھوڑا سکتا ہے کہ انکے نزدیک ایسے عقیدے والے
لوگ سب مرتد تھے اور اسلیئے اب ہم اس امر ان لوگون کی شہادت پیش کرتے ہین جن پر کفر کا فتوے
دیتے وقت الف میم کو ذرا احتیاط سے کام لینا پڑے - ان مین سے اول پولوس ہی جو یسوع سے بھی بڑھ
چڑھ کر ایک آدمی کو پیش کرتا ہے عبرانیون ۷ مین وہ لکھتا ہے کہ یسوع ملک صدق کے طور پر کاہن بنایا
گیا ہے اور پھر لکھتا ہی کہ "یہ ملک صدیق سلیم کا بادشاہ خدا تعالے کا کاہن تھا جس نے ابراہام کا جب
وہ بادشاہون کو مار کے پھر آتا تھا استقبال کیا اور اسکے لئے برکت چاہی - جسکو ابراہیم نے سب چیزون
کی دہیکی دی - وہ پہلے اپنے نام کے معنونکے موافق راستی کا بادشاہ ہے اور پھر شاہ سالیم یعنی سلامتی
کا بادشاہ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جسکے نہ دنون کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ
ٹھہر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے" (عبرانیون ۷ باب) یہ آدمی یقینًا یسوع سے بھی بڑھکر ہے - یسوع کو تو مان
کیطرف سے کچھ نہ کچھ گناہ کا حصہ ملا ہوگا مگر ملک صدق کا نہ باپ تھا اور نہ مان اور اسی لئے وہ راستی کا
بادشاہ اور سلامتی کا بادشاہ اور گناہ سے بالکل پاک ٹھہرا - پھر وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور موت کا اسپر
قابو نہین اسلئے حقیقی یا موروثی گناہ بھی اس کی طرف منسوب نہین ہوسکتا کیونکہ گناہ ہوتا تو موت بھی ضرور
آتی - حالانکہ یسوع پر موت بھی واقع ہوئی اور یسوع کو یہ فخر حاصل ہی کہ وہ ملک صدق کے طور پر کاہن
بنایا گیا - اسکے بعد لوقا کی شہادت کو جو وہ ذکریا اور اس کی عورت کے حق مین دیتا ہے "وے دونون خدا کے
حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکمون اور قانونون پر بے عیب چلنے والے تھے" (لوقا ۱ باب) یہ آیت
اُن عیسائیون کو جھوٹا ٹھہراتی ہے جو کہا کرتے ہین کہ کوئی شخص خدا کے سارے حکمون اور قانونون پر نہین
چل سکتا اور کہ سوائے یسوع مسیح کے کوئی بے عیب نہین - پھر یہی مصنف (جو عیسائیونکے نزدیک الہامی
مورخ ہے) ان دونون راستبازون کے بیٹے کی نسبت لکھتا ہوا کہتا ہے "وہ خداوند کے حضور بزرگ ہوگا

اور نہ مے اور نہ کوئی نشہ ہی پیئے گا اور اپنی مان کے پیٹ سے ہی روح القدس سے بھر جائیگا اور بنی اسرائیل مین سے بہتون کو ان کے خداوند کیطرف پھیرے گا" لوقا ۱-۱۵-۱۶ عجیب بات یہ ہے کہ یسوع بھی ان لوگون مین سے تھا جنہین یوحنا نے انکے خداوند کیطرف پھیرا۔ اب غور کرو کہ یسوع پر تو تیس سال کی عمر مین روح القدس نازل ہوتا ہے اور اسی لئے اس کی عصمت کو اگر مانا جائے تو اسی وقت سے مانی جا سکتی ہے لیکن یوحنا پر روح القدس ان کے پیٹ مین ہی اترا اسلئے تمام سچے عیسائیون کو چاہئے کہ اسے ابتدا سے ہی معصوم مانین لیکن اناجیل کے ان بیانات کے عین برعکس۔ الف ہیم بیبے بنیاد دعوے کرتا ہے کہ یسوع مادر زاد نبی تھا۔ روح القدس کے نازل ہونے سے پہلے وہ کیونکر نبی ہو گیا کیونکہ روح القدس کے نازل ہونیکے بغیر نبوت نہین مل سکتی۔ اور اسلئے "مادر زاد نبی" کا خطاب یسوع پر تو کسی حالت مین چسپان ہو ہی نہین سکتا اسکا مستحق اگر ہے تو یوحنا ہے جسنے یسوع کو بپتسمہ دیا اور جسپر مان کے پیٹ مین ہی انجیلون کی شہادت کے مطابق روح القدس نازل ہوا۔ مرقس بھی یوحنا کی شہادت دیتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ "ہیرودیس یوحنا کو بڑا راستباز اور مقدس جانکر اس سے ڈرتا تھا" (مرقس ۶-۲۰) یہان بھی یوحنا کے بیگناہ ہونیکا صاف طور پر اقرار ہے اور چارون انجیلون مین ایک بھی آیت ایسی نہین جس سے اسکے برخلاف کوئی نتیجہ نکل سکے بلکہ جب اس واقعہ پر غور کیا جاوے کہ یوحنا نے بہت سارے یہودیونکو جن مین یسوع بھی شامل تھا بپتسمہ دیکر برکت دی تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وقت مین سب سے بڑا راستباز تھا۔ اور یسوع سے بھی افضل درجہ پر اس کی عصمت تھی۔ یہ سب کچھ صرف انجیلون کی بنیاد پر ہے +

پولوس لوقا اور مرقس تو یہ شہادت دیتے ہین لیکن اسکولیس پشت ڈالکر الف ہیم جرأت سے یہ بیان کرتا ہے کہ یسوع ناصری کے سوا باقی کل کے کل دنیا کو عیسائی گنہ گار مانتے ہین بلکہ وہ یہ دعوے بھی کرتا ہے کہ یہودی بھی یہی اعتقاد رکھتے ہین کیونکہ وہ لکھتا ہے "جسطرح اہل کتاب نے اپنی کتب آسمانی کی بنیاد پر عصمت انبیاء سے عموماً انکار کیا اسی طرح اہل اسلام کے درمیان بھی محققین گذر چکے" وغیرہ۔ اہل کتاب مین یہود اور نصاریٰ دونون شامل ہین اور اگر مصنف کا اس عبارت سے یہ منشاء نہ بھی ہو تاہم اس امر کا دیکھنا نہایت ضروری ہے کہ یہود کا عقیدہ کیا تھا کیونکہ اصل عقیدہ وہی ہے اور عیسائیون نے صرف یسوع کو خدا بنانیکے لئے یہ عقیدے گھڑ لئے ہین اور اسواسطے ان عقیدون کی ان کی اپنی مسلم کتابون مین تردید پائی جاتی ہے اسلئے اب بڑے حصہ عیسائی دنیا کے مذہب اور ان کی کتب مقدسہ پر غور کرنیکے بعد ہم یہودیون کا اعتقاد دیکھتے ہین۔ یہ امر قابل غور ہے کہ یہودی ایک ایسے مسیح کے منتظر تھے جو ان کے گذشتہ انبیاء کی مانند ہو۔ اسکا آنا موسوی شریعت کے خادم کے رنگ مین تھا اور اس لئے وہ خادم ہونیکی حیثیت مین اپنے آقا بنی اسرائیل کے عظیم الشان شارع اور نجات دہندہ سے بڑھ کر نہین ہو سکتا تھا۔

اور ایسی فضیلت اسکو دینا کوئی یہودی روا نہ رکھ سکتا تھا۔ یہود کے اعتقاد مین حضرت موسےٰ سے مسیح کا کم درجہ پر ہونا اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ اسکے آنیکا بڑا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو دوسرے لوگونکی غلامی سے نجات دے۔ اگرچہ یسوع نے اتنا بھی نہ کر دکھایا لیکن حضرت موسےٰ نہ صرف انکے نجات دہندہ تھے بلکہ انکے شارع بھی تھے جنکے پیچھے ہر پیغمبر چلتا تھا اور جنکی شریعت کے مضامین کو وہ عمل کرتا تھا۔ اب جب عیسائیونکا یہ دعوے ہے کہ جو پیشگوئیان مسیح کے متعلق ہین وہ مسیح کو معصوم قرار دیتی ہین تو اسکا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ دوسرے انبیاء بھی یہود کے نزدیک معصوم تھے ابتدائی عیسائیوں کی شہادت سے جو مسیح کے متعلق صحیح عقیدے پر قائم تھے جیسا کہ وہ یہودیوں کے درمیان چلا آتا تھا۔ اوران فرقون کی شہادت سے جو ابتدائی عیسائیون کے عقائد کے مطابق قائم ہوئے اس نتیجہ کی جو اوپر بیان کیا گیا ہے کھلی کھلی تائید ہوتی ہے اور اسکے متعلق حوالجات ہم اوپر دے چکے ہین ان امور کے علاوہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ یہودی ایک لمحہ کیلئے بھی یہ خیال روا نہ رکھ سکتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور موسےٰ اور انکے دوسرے بڑے بڑے انبیاء گنہ گاری کیحالت مین اس دنیا سے گذر جائین اور انکو گناہونسے پاک کرنیکے لئے مسیح انکے پیچھے آوے بلکہ مسیح کے آنیکی امید بھی صاف صاف الفاظ مین حضرت موسےٰ کے بہت مدت بعد یہودیونکو دی گئی جبکہ وہ مصائب کے نیچے پیسے جا رہے تھے اور ایسے وقت مین پیشگوئیان کی گئین کہ ایک ایسا نبی آوے گا جو انکو غیر قومون کی غلامی اور حکومت سے نجات دیگا کوئی سمجھدار آدمی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین کر سکتا کہ شیثؑ نوحؑ ابراہیمؑ اسحاقؑ یعقوبؑ موسےٰؑ اور دوسرے مقدس نبی جنہون نے مسیح کے آنیکی کبھی کوئی پیش گوئی نہین کی اور نہ کبھی اپنی امتونکو یہ تعلیم دی کہ خدا انسان بنکر آسمان سے اتریگا وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کی نجات ایک شخص کی پھانسی سے ہوگی جو ہزارہا سال بعد آنیوالا ہے۔ جو پیغمبر آتا رہا وہ خدا کا حکم لوگونکو پہونچاتا رہا اور یہی تعلیم انکو دیتا رہا کہ نجات اور گناہ کی غلامی سے آزادی صرف احکام الہی پر چلنے سے مل سکتی ہے اور سچی پاک زندگی ان ہی نبیون کے طریقونپر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے جو خدا تعالےٰ نے انکے ذریعہ ظاہر کئے ہین۔ ایک بھی فقرہ صحف انبیاء مین ایسا نہین بتایا جا سکتا جس مین کسی نبی نے اپنی امت کو یہ کبھی کہا ہو کہ خواہ وہ شریعت کے سارے حکمونکو پورا کرین اور اللہ تعالےٰ کی پوری پوری اطاعت اختیار کرین تاہم ایک حصہ انکے گناہون کا ایک انسان یسوع کی خاطر باقی رکھ لیا جاوے گا اور اس لئے نفس کی کامل پاکیزگی سے انہین بالکل مایوس رہنا چاہیئے جبتک کہ وہ انسان دنیا مین ظاہر نہ ہو۔ نہ ہی کبھی کسی نبی نے یہ کہا کہ خدا کے احکام کے پورا کرنے کی انسان کو طاقت نہین دیگئی بلکہ برعکس اس کے اللہ تعالےٰ اسرائیلیونکو یون فرماتا ہے "تاکہ تم میرے سب حکمون کو یاد کرو اور انکو عمل مین لاؤ اور اپنے خدا کے لئے مقدس ہو" (گنتی ۱۵/۴۰) جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ سب حکمونپر عمل کر سکتے اور خدا کے نزدیک مقدس ٹھہر سکتے تھے اسلئے

اگر انبیاء علیہم السلام نے یہ تعلیم دی جیسا کہ واقعی انہون نے دی کہ سچی پاکیزگی صرف ان احکام کی پورے طور سے پیروی کرنے سے ملسکتی تھی جو اللہ تعالے نے انکے ذریعہ لوگون کو دئے تھے تو مسیح کی بینظیر عصمت تاکہ وہ دنیا کے گناہون کو جو ایک پاک اور الہی شریعت سے دور نہ ہوسکے اٹھالے ایک سراسر لغو اور باطل خیال ٹھہرتا ہے اگر انبیاء علیہم السلام یہ جانتے تھے کہ بڑے سے بڑا کام جو وہ کرسکتے ہین وہ صرف یہ ہے کہ لوگون کو نیم فرشتے اور نیم شیطان بنادین تو وہ اپنی امتون کو بھی نوا ایسا کہدیتے اور پھر ایسی حالت مین جب کوئی انسان بھی بدکاری سے خالی نہین تھا تو مومن اور غیر مومن مین خدانے یہ فرقان کیون قائم کیا کہ ایک فریق کو تو آسمان سے مدد بھیجی اور اپنی نصرتین ان کے شامل حال کین اور دوسرے فریق کو سزاؤن مین مبتلا کیا اور اسی دنیا مین ان کو ذلیل وخوار کیا۔

پھر ایک اور پہلو اس سوال کا ہے یوحنا ۹/۱۶ مین لکھا ہے کہ یہودیون نے کہا کہ ''کیونکر ہوسکتا ہے کہ گنہ گار انسان ایسے معجزے دکھائے'' اور پھر آگے چلکر اسی مباحثہ کی اثنا مین یہ کہا گیا ہے کہ ''ہم جانتے ہین کہ خدا گنہ گارون کی نہین سنتا پر اگر کوئی خدا پرست ہو اور اس کی مرضی پہ چلے تو اس کی وہ سنتا ہے'' یوحنا ۹/۳۱ - ان آیات سے یہود کے اعتقاد کا واضح طور پر پتہ ملتا ہے۔ کوئی گنہ گار معجزے نہین دکھا سکتا اور نہ اللہ تعالے کسی کی سنتا ہے جبتک وہ اس کی مرضی کی راہون پر نہ چلے اگر یہود اپنے انبیاء کو گنہ گار سمجھتے تو وہ ان کی طرف معجزات کو منسوب نہ کرتے حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ انبیاء کے صحایف زبردست معجزات سے بھرے پڑے ہین جو انہون نے دکھلائے اس نتیجہ کو کہ گنہ گار معجزات نہین دکھا سکتا عیسائیون کو بھی ماننا پڑیگا کیونکہ جس آدمی کا یوحنا نوین باب مین ذکر ہے اس نے مسیح کے دعوے کو اسی دلیل پر تسلیم کیا تھا کہ وہ معجزات دکھاتا ہے اور گنہ گار معجزات نہین دکھا سکتا۔ اگر اس نے اس دلیل پر یسوع کا دعوے تسلیم کرنے مین غلطی کی تو دوسرے لوگ جنہون نے مسیح کے دعوے کو تسلیم کیا انہون نے بھی ایسی ایسی غلطیون سے ہی تسلیم.... کیا ہوگا۔ اور اس طرح پر یہ ماننا پڑے گا کہ مسیح کو جن لوگون نے قبول کیا وہ سب کسی نہ کسی غلطی مین پڑکر گمراہ ہوگئے تھے اور نہ ہی اس دلیل پر کہ معجزات جھوٹے نبی بھی دکھا سکتے ہین اور شیطان کے توسل سے بھی معجزات دکھائے جاسکتے ہین۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ انبیا کا بیگناہ ہونا معجزات سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ جن انبیا کے معجزات کا بائیبل مین ذکر ہے وہ جھوٹے نبی نہ تھے اور نہ ہی شیطان کی طاقت سے وہ معجزات دکھاتے تھے۔ یہ امر یہودیون اور عیسائیون کے نزدیک مسلم ہے۔

علاوہ ازین جن الفاظ یا فقرات سے یسوع کی عصمت کی دلیل نکالی جاتی ہو وہی اور ویسے ہی الفاظ اور فقرات دوسرے انبیاء کی نسبت بھی بائیبل مین استعمال ہوئے ہین اور اس لئے یا تو یسوع بھی معصوم نہین یا دوسرے انبیاء بھی اس کی طرح معصوم ہین۔ حضرت نوح کے متعلق بائیبل مین یہ الفاظ ہین کہ ''نوح اپنے قرنون مین صادق اور کامل تھا اور نوح خدا کے ساتھ چلتا تھا'' (پیدائش ۶/۹)

ابراہیم کو خداوند نے مخاطب کر کے فرمایا "مین خدائے قادر ہون تو میرے حضور مین چل اور کامل ہو" (پیدائش ۱۷) - حضرت موسے کو اللہ تعالے نے فرمایا "تو خداوند اپنے خدا کے آگے کامل ہوگا" اور پھر "موسیٰ بہت ہی حلیم تھا روے زمین کے سب لوگون سے بڑھکر" (استثنا ۱۸/۱۳) - پھر زبور مین حضرت داؤد خداوند کے مقدس لوگونکا یون ذکر کرتے ہین "مبارک وے جو راہ مین کامل رفتار ہین اور خداوند کی شرع پر چلنے والے ہین - مبارک وے جو اس کی شہادتونکو یاد رکھتے ہین اور اپنے سارے دل سے اسے ڈھونڈتے ہین وے بدی بھی نہین کرتے وے اس کی راہون پر چلتے ہین" (زبور ۱۱۹/۱-۳) اور پھر "صادق کا منہ دانائی کی بات کہتا ہے اس کی زبان سے عدالت کا کلمہ نکلتا ہے اسکے خدا کی شریعت اسکے دل مین ہے اسکا پاؤن کبھی نہ پھسلیگا" (زبور ۳۷) لاوی کے متعلق خداوند تعالےٰ یون فرماتا ہے "سچائی کی شریعت اسکے منہ مین تھی اور اسکے لبون مین کوئی شرارت پائی نگئی وہ میرے ساتھ سلامتی اور راستی سے چلتا رہا اور اس نے بہتونکو بدی کی راہ سے پھیرا" (ملاکی ۲) لوقا کے الفاظ ذکریا کے متعلق کہ وہ خداوند کے تمام احکام پر چلتا اور بے عیب تھا اور مرقس کے الفاظ یوحنا کے متعلق کہ وہ راستباز اور مقدس تھا پہلے نقل کئے جا چکے ہین - اس قسم کے حوالے بائبل سے بکثرت دئے جا سکتے ہین لیکن بالفعل اسی قدر کافی ہونگے ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بائبل مین اگر یسوع کو بے عیب اور حلیم اور بدی نہ کرنے والا اور راستباز کہا گیا ہے تو یہی کلمات اور ان سے بھی بڑھکر دوسرون کی نسبت موجود ہین اور اسلئے عیسائیونکا یہ عقیدہ کہ یسوع کے سوا باقی سب گنہگار ہین اور اکیلا یسوع ہی بیگناہ ہے محض یسوع کی خدائی کی تائید کے لئے گھڑ لیا گیا ہے اور اب بھی عیسائیون کی ایک کثیر تعداد یسوع کی طرح کسی اور انسان کو بھی بیگناہ مانتی ہے خواہ وہ مریم ہو جو عیسائیون کے محاورہ مین "خدا کی مان" ہے یا کوئی اور ہو کیونکہ اگر یسوع کے سوا ایک بھی اور انسان بیگناہ ٹھہر جائے تو پھر مسیح کی یکتائی اور اسکے کفارہ کی ضرورت اور سب پر پانی پھر جاتا ہے - رومن کیتھولک مریم کی عصمت کے لئے جو دلیل دیتے ہین وہ نہایت سیدھی سادی دلیل ہے - اگر اصلی گناہ موروثی ہے تو ضرور ہے کہ یسوع کو بھی اپنی مان کے ذریعہ اسکا کچھ نہ کچھ حصہ ورثہ مین ملا ہو جبتک کہ یہ نہ مان لیا جاوے کہ مریم بھی بیگناہ تھی اسلئے مریم کی عصمت یسوع کی عصمت کیلئے نہایت ضروری ہے ہان یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر مریم کے والدین بھی معصوم ہونے چاہئے کیونکہ انکے بغیر مریم معصوم نہین ہو سکتی اور اسی طرح آدم تک سارا سلسلہ بیگناہ اشخاص کا ہونا چاہئے اگر اس زنجیر کی ایک کڑی بھی ٹوٹ جاوے تو ساری زنجیر نکمی ٹھہرتی ہے پس موروثی گناہ کو مانکر اکیلے یسوع کو معصوم ماننے والون اور یسوع کے ساتھ مریم کو بھی معصوم ماننے والون مین یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون زیادہ بیہودگی کا مرتکب ہے ہان دونون فریق مین سے ہر ایک اپنی بات کو بالمقابل زیادہ معقول کہہ سکتا ہے*

اس کے بعد الف میم نے کیفیت عصمت پر کچھ بحث کی ہے جسے وہ ہماری عصمت کی تعریف قرار دیتا ہے وہ انبیاء کی حالت کا ایک نقشہ تھا کہ انکے اقوال و افعال سب الٰہی سرچشمہ سے ہوتے ہیں اور ان کے اپنے نفس کی خواہشات کا نتیجہ نہیں ہوتے کچھ تعجب نہیں اگر یہ بات الف میم کی سمجھ میں نہ آسکی اور وہ اسپر اعتراض کرے۔ روحانیت کا وہ اعلےٰ مقام جسپر اسلام انسان کو پہونچاتا ہے عیسائیوں کی سمجھ سے برتر ہے کیونکہ ان کے روحانی قوے ایک انسان کی خدائی کے جھوٹے عقیدہ اور اسکے خون پر جھوٹے بھروسہ کے باعث مر چکے ہیں وہ نہ صرف اعمال میں ہی مردہ ہیں بلکہ ایمان میں بھی مردہ ہیں اور اس لئے روح القدس کی روشنی ان کے اندر سے بجھ چکی ہے۔ قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے برگزیدہ نبی ایسے اس کی محبت میں کھوئے ہوئے ہوتے ہیں کہ خدا کے سوائے ہر ایک چیز بلکہ ان کی اپنی ہستی بھی ان کی نظر میں کالعدم ہوتی ہے ان کی اپنی خواہشات اور نفسانی جذبات پر ایک موت وارد ہو چکی ہوتی ہے اور اس لئے جب وہ بولتے یا کوئی کام کرتے ہیں تو اپنی خواہش یا نفسانی جذبہ سے نہیں کرتے یہ روحانیت کا سب سے اعلےٰ مقام ہے اور اس مقام میں روح القدس کی روشنی سے بھر کر انکا ہر ایک قول و فعل روح القدس کی ہدایت سے ہوتا ہے نیکی ان کی فطرت ہو جاتی ہے اور انکے ارادے ایسے کامل طور پر خدا کے تصرف میں اور اس کی مرضی کے تابع ہوتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہتے یا کرتے ہیں وہ سب الٰہی تصرف سے اور اسکی مرضی سے کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس اعلےٰ مقام کی شہادت بکثرت موجود ہے۔ مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کوئی بات منہ سے نہیں نکالتے بلکہ جو کچھ بولتے ہیں خدا کے بلائے بولتے ہیں اور پھر فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی جو کچھ فعل وہ کرتے ہیں وہ ان کا فعل نہیں بلکہ خدا کا فعل ہے۔ ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال انسانی خواہش کا نتیجہ نہیں تھے بلکہ الٰہی سرچشمہ سے نکلتے تھے پھر قرآن کریم صاف الفاظ میں انسان کی تین حالتیں بیان کرتا ہے سب سے پہلی حالت نفسانی خواہشات کے غلبہ کی ہے جسکو قرآن کریم میں نفس امارہ کے نام سے موسوم کیا ہے اسکے بعد دوسری حالت وہ ہے جب انسان کی نیک خواہشات اس کی بدخواہشات کا مقابلہ کرکے ان پر غالب آتی ہیں چونکہ یہ حالت ایک کشمکش کی حالت ہوتی ہے اسلئے اس میں انسان کبھی ٹھوکر بھی کھاتا ہے مگر جلدی سنبھل جاتا ہے لیکن یہ روحانی ترقی کا اخیری مقام نہیں ہے۔ جو انسان اسی حالت پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اسی مقام کو مجاہدات کا انجام خیال کرتا ہے وہ سخت دھوکے میں پڑا ہوا ہے۔ ابھی روح القدس کی روشنی نے پورے طور پر اسکو روشن نہیں کیا ہوتا اور نہ شیطان

اس سے پورے طور پر مایوس ہوتا ہے۔ اس کے ارادے اور خواہشیں ابھی پورے طور پر خدا تعالے کے تابع نہیں ہوتے اور نہ ہی اسکے نفسانی جذبات پر کلی موت وارد ہوئی ہے جو لوگ سچے خدا کو نہیں پہچانتے اور اسلئے اس کی طاقت اور جلال کے سامنے اس طرح نہیں جھک سکتے جس طرح انہیں جھکنا چاہیئے اس ناقص اخلاقی حالت پر مطمئن ہو جائیں تو ہو جائیں لیکن خدا تعالے کیساتھ سچا تعلق جو مذہب کا اصل مقصد اور غرض ہے وہ ابھی بہت دور پڑا ہوا ہے۔ جب ایک انسان روحانی ترقی کے اعلےٰ مدارج پر پہونچتا ہے تو بدی کی تمام خواہشیں مغلوب ہو جاتی ہیں اور الہی نور سے انسان بھر جاتا اور روح القدس اسکا دائمی رفیق ہو جاتا ہے اسکے ارادے خدا تعالے کی مرضی کے پورے طور پر تابع ہو جاتے ہیں اور اسلئے ایسے مقام پر اس کی نسبت یہ کہنا غلط نہیں ہوتا کہ وہ اس طرح خدا کے تصرف تام میں ہوتا ہے جس طرح ایک کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے۔ یہ ایک عجیب اعتراض ہے (ہاں اگر ایک عیسائی کے منہ سے نکلے تو کچھ تعجب بھی نہیں) کہ اگر انسان کے ارادے خدا کے کامل طور پر تابع ہو جاویں اور خدا کی مرضی سے اسے موافقت تامہ حاصل ہو جاوے تو پھر وہ فاعل ذی اختیار نہ رہا ایسے اعتراض سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ معترض نہیں سمجھ سکتا کہ روح القدس کیونکر انسان کے اندر کام کرتا ہے اور انسان کا روحانی کمال کیا ہے۔ اسلام وہ پاک مذہب ہے کہ ایک لفظ میں ہی اپنے نام کے اندر اس نے ساری حقیقت کو ظاہر کر دیا ہے کاش عیسائی دیکھ سکتے کہ وہ کن غلطیوں میں مبتلا ہیں اور وہ سچائیاں کیسی مبارک ہیں جو اسلام سکھاتا ہے۔ ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ انکو نجات مل گئی ہے جبکہ نجات کی اصلی حالت سے جو اسی دنیا میں انسان کو ملتی ہے وہ اسقدر ناواقف اور بے بہرہ ہیں کہ اسپر اعتراض کرتے ہیں کیونکہ حقیقی نجات کیا چیز ہے وہ کامل اطمینان اور سکینت کی حالت ہے۔ جب انسان بدی کی طاقت سے بچکے پورے طور پر تابع ہو کر اور اسکے ارادہ سے موافقت تامہ حاصل کر کے کامل خوشحالی اور سچی خوشی حاصل کرے لیکن عیسائی اس حالت سے ایسے ہی بیخبر ہیں جیسے کہ وہ سچے خدا سے بیخبر ہیں اور ان کا اعتراض کرنا کچھ تعجب کی جگہ نہیں ان کی عقلیں اس بات کو تو سمجھ سکتی ہیں کہ ایک آدمی کیونکر ساری دنیا کے گناہ اٹھا کر سب کو آزاد کر گیا اور کس طرح باوجود اسکے کہ وہ گناہ کرتے ہیں اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں ان کو نجات مل گئی ہے لیکن سچی نجات جو گناہ سے آزادی اور روح کی پاکیزگی کا نام ہے وہ ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ الفت بیگ کی اس تحدی کا جواب کہ قرآن شریف کی وہ آیتیں بتلائی جاویں جس میں انسان کے اس اعلےٰ مقام پر پہونچ جانیکا ذکر ہو۔ صرف اسقدر کافی ہے کہ اگر اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی نیک نیتی ہوتی تو وہ یہ تحدی نہ کرتا کیونکہ جہاں سے اس نے عبارت نقل کی ہے عمداً آیت کے اور قرآن شریف کے ذکر کو چھوڑ کر باقی عبارت نقل کی ہے

چنانچہ وہ لکھتا ہے "انہوں نے عصمت کی تعریف یہ بتلائی ہے۔۔۔۔ الخ" حالانکہ جہاں یہ مضمون ہے وہ عبارت
اس طرح پر چلتی ہے (جلد ۲ صفحہ ۷) "قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جنسے صاف معلوم ہوتا
ہے کہ انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی بلکہ وہ اس طرح بکلی خدا کے تصرف میں ہوتے ہیں جس طرح ایک
کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے حکم دیتا ہے۔ قل ان
صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔۔۔۔ الخ" اب یہ کیسی ایمانداری ہے کہ آیت
کو اور قرآن شریف کے ذکر کو بالکل اور عمداً ترک کر کے تحدی یہ کی ہے کہ کوئی آیت پیش نہیں کی ایسا ہی
اسی مضمون کے جو استغفار پر لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۲۱۷ پر اور عصمت کی بحث میں دوسرے اکثر مقامات
پر ان آیات کا حوالہ دیا گیا ہے جنسے پایا جاتا ہے کہ انبیاء کے اقوال و افعال سب الہی سرچشمہ سے
ہوتے ہیں اور بار بار ان آیتوں کا نقل کرنا صرف موجب طوالت ہے اس جگہ اتنا بیان کر دینا
بھی ضروری ہے کہ یہ حالت انبیاء کی استغفار کے کسی طرح منافی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حالت
دائمی استغفار کی حالت ہوتی ہے یعنی حفاظت الہی طلب کرنیکی۔ جب انسان اپنے آپ کو خدا تعالے
کے ارادہ اور مرضی کے تابع کر دیتا ہے تو وہ یہ سمجھ کرتا ہے کہ وہ اپنی طاقت سے کوئی نیکی کا کام نہیں
کر سکتا۔ اور اسلئے اپنے آپ کو الہی آستانہ پر گرا دیتا ہے اور سب طاقت اس طاقتوں والے خدا سے
طلب کرتا ہے اسلئے اس کو اس طاقت کے سرچشمہ سے استغفار کے ذریعہ سے غذا ملتی ہے۔ اور پھر جو
طاقت اسکے اندر کام کرتی ہے وہ اس کی اپنی طاقت نہیں ہوتی بلکہ خدا کی طاقت ہوتی ہے۔

اس کے بعد ہم کسیقدر اس اصول پر بحث کرینگے جو قرآن کریم کے معنے کرنے میں ملحوظ رکھنا چاہئے
جولائی کے پرچہ میں جو کچھ اسکے متعلق ہمنے لکھا تھا اسکو الف میم نے اپنے مطلب کے لئے بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنالیا
ہے۔ ہمنے کبھی یہ نہیں لکھا کہ قرآن شریف میں جب ایک لفظ ایک ہی معنی میں آگیا تو ضروری ہر موقعہ پر اسکے وہی معنے
لینے چاہئے ہمنے یہ لکھا تھا جیسا کہ الف میم نے اپنی کتاب میں نقل بھی کیا ہے کہ "قرآن شریف خود
اپنی تفسیر آپ کرتا ہے اور اسکے بعض حصے دوسروں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جواب دیتے وقت ہم صرف
قرآن کریم کے الفاظ کو ہی پیش کرینگے اور معنے کرنے میں انہیں معنوں کو صحیح سمجھیں گے جو قرآن شریف
کے دوسرے حصوں کے مخالف نہ ہوں اور جنکا مؤید خود قرآن شریف ہو" یہ وہ اصول ہے جسے خود قرآن شریف
نے بیان کیا ہے اس سچے اور صحیح اصول کو الف میم بگاڑ کر یوں بناتا ہے کہ جب قرآن شریف میں کسی موقعہ
پر ایک لفظ ایک خاص معنی میں استعمال ہوا ہے تو دوسری جگہ بھی اس لفظ کے وہی معنے لئے جاوینگے۔
حالانکہ جب کوئی لفظ مختلف معانی برداشت کر سکتا ہو تو اسوقت اسکے معنے کسی خاص عبارت میں
کرنیکے لئے خاص امور پر غور کرنا ہوگا۔ مثلاً قرآن کریم میں آیا ہے کہ شیطان کہتا ہے لاغوینہم اجمعین الا عبادک
منہم المخلصین۔ میں ان سب کو گمراہ کرونگا سوائے تیرے مخلص عباد کے یہاں جو لفظ گمراہ کرنیکے

لئے استعمال کیا گیا ہے وہ "غوے" ہے جسکے معنے ہین غلطی کرنا یا سیدھے راہ سے انحراف کرنا اور
مایوس ہونا یا اپنی خواہش کو حاصل نہ کرسکنا وغیرہ وغیرہ اور اغوا کے معنے گمراہی مین ڈالنا وغیرہ وغیرہ
انہی معنون سے لئے ہوئے ہین۔ اسلئے لفظ اغوینہم کے معنے گمراہی یا غلطی مین ڈالنے کے ہوئے۔
لیکن ان لوگو مین سے جنکو شیطان گمراہی مین ڈال سکتا ہے ایک خاص گروہ مستثنی کیا گیا ہے اور وہ
گروہ خدا کے ان خاص بندونکا ہے جنکو مخلصین کے نام سے یاد کیا گیا ہے جس لفظ کے معنے لین کی
ڈکشنری مین اس طرح پر کئے ہین کہ خدا کے وہ برگزیدے جو ہر ایک الائش سے پاک ہین اسلئے یہ جماعت
ایسی ہے جنکو شیطان گمراہ نہین کرسکتا۔ چنانچہ اللہ تعالے بھی اسجگہ فرماتا ہے ہذا صراط علی مستقیم
ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ گویا خداوند تعالے شیطان کو فرماتا ہے جو میرا ہوگیا اسکو تو نہین
بہکا سکتا اور نہ تو اسپر قابو پا سکتا ہے اسلئے یہ صفائی سے ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم خدا کے برگزیدہ
بندون کی ایسی جماعت بیان کرتا ہے جو ہر آلایش سے پاک ہین جن پر شیطان کا کوئی قابو نہین
چل سکتا۔ اور جنہین وہ صراط مستقیم سے ایک بال کے برابر بھی نہین پھیر سکتا یہ امر ظاہر ہے اور اسپر بحث
کرنے کی کوئی ضرورت نہین کہ اس ممتاز جماعت مین سب سے پہلے انبیاء کا گروہ ہی شامل ہے۔ اب قرآن شریف
نے ایک اور جگہ فرمایا ہے ان اللہ اصطفی آدم و نوحاً الخ کہ خدا نے اپنے بندے آدم اور نوح....
کو چن لیا اور برگزیدہ کیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے آدم کو بھی برگزیدون مین سے قرار دیتا
ہے اور پہلی آیت سے ظاہر ہے کہ شیطان برگزیدونکو بہکا نہین سکتا۔ یہ نتائج ایسے روشن ہین جس طرح
سورج اور ان الفاظ کے سوائے ان معنونکے اور کوئی معنے بھی نہین ہوسکتے اسلئے یہ آیت محکمات مین
سے ہے۔ متشابہات کے معنے کرنے مین اس آیت کو مدنظر رکھنا ہوگا یعنی جہان کسی آیت کے معنے دو طرح
سے ہوسکتے ہون تو وہ معنے اختیار کرنے ہونگے جو اس آیت کے معنون سے مطابقت رکھتے ہون۔
چنانچہ اس اصول کو مدنظر رکھکر اب ہم آیت عصی آدم ربہ فغوی کے معنے کرتے ہین یہان اگر لفظ غوی
کے معنے وہی لئے جاوین جو آیت مذکورہ بالا مین لئے ہین تو صاف ظاہر ہے۔ کہ دونون آیتین ایکدوسرے
کی نقیض ہون گی اس لئے ایسے معنے کرنے یہ کہنے کے برابر ہین کہ قرآن شریف کا ایک حصہ دوسرے کو
رد کرتا ہے حالانکہ جو اصول قرآن شریف ہمین بتاتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن شریف کا ایک حصہ دوسرے کا موید ہے
اور قرآن شریف مین اختلاف جایز نہین جیساکہ فرمایا لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً
گویا قرآن کریم نے الف میم جیسون کی بیہودہ حرکات اور نکتہ چینی کا جواب پہلے سے یون دے رکھا ہے کہ مجھے
تو دعوے ہے خدا کیطرف سے ہونیکا پس مجھ مین اختلاف کیون تجویز کرتے ہو۔ مین خدا کیطرف سے ہون اور
مجھ مین کوئی اختلاف نہین۔ اب پہلی آیت سے یہ تو قطعی فیصلہ ہوگیا کہ اس آیت متنازعہ فیہا مین لفظ غوی
کے معنے گمراہ ہو جانیکے نہین ہوسکتے کوئی اور معنے ہونے چاہیئے یہ ممکن ہی نہین کہ پہلے تو خدا تعالے کہے -

کہ میرے برگزیدہ بندوں کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا اور پھر کہے کہ آدم کو جو میرا برگزیدہ بندہ تھا شیطان نے گمراہ کر دیا۔ لیکن لفظ غوی کے اور معنے بھی ہیں چنانچہ لسان العرب کے علاوہ اب ہم لین صاحب کی ڈکشنری پیش کرتے ہیں جس میں غوی کے یہ معنے بھی لکھے ہیں کہ اس کی زندگی مصیبت میں پڑ گئی (یعنے اسکے آرام میں خلل آ گیا) یا وہ مایوس ہو گیا اسلئے دوسری آیت میں ان معنوں میں سے کوئی معنے لفظ غوی کے ہم کر سکتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گمراہ ہونیکا مفہوم قطعاً ان معنوں سے خارج ہے کیونکہ یہ مفہوم پہلی آیت کے مضمون کے خلاف ہے یہ معنے ہیں اس فقرہ کے کہ قرآن شریف کا ایک حصہ دوسرے پر روشنی ڈالتا ہے اب یہ ایک ایسی دلیل ہے کہ ہزار مفسر کی رائے بھی اسکے خلاف کچھ نہیں کیونکہ مفسروں کی رائیں وحی الہی نہیں ہیں اور قرآن شریف کی صریح آیت کی تکذیب کرنا یا اس میں اختلاف ڈالنا اس طریق کو کوئی مسلمان اختیار نہیں کر سکتا۔ چونکہ الف میم اسوقت قرآن شریف پر اعتراض اسکی سچائی کو مانکر کر رہا ہے اسلئے اُسے انہیں باتوں کا پابند ہونا ضروری ہے جنکا پابند ایک مسلمان ہوگا +

آیت لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین سے اور بڑے بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں یہ قطعی طور پر اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ خدا کے برگزیدوں کو شیطان راہ راست سے کبھی نہیں پھیر سکتا۔ اگر قرآن شریف میں اور کوئی آیت ایسی نہ بھی ہوتی جس سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت ہوتی تاہم یہ ایک ہی آیت ان سارے نتائج کی تردید کے لئے کافی تھی جو اسکے خلاف نکالے جاتے ہیں کسی نبی کے متعلق قرآن کریم نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں انکے معنے کرنے میں ہمیں صرف اس حد تک آزادی ہے کہ کوئی ایسے معنے اُنکے نہیں ہو سکتے جنسے کسی نبی کیطرف گناہ کا ارتکاب نسبت کرنا پڑے کیونکہ اس آیت کے معنے تو سوائے اسکے کچھ اور ہو ہی نہیں سکتے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کی ایک خاص جماعت کو شیطان کے قابو سے باہر نکالکر خالص اپنے لئے بنا لیا ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دو لفظ ہیں جنسے اس جماعت کو بیان کیا گیا ہے یعنی عبادک اور المخلصین۔ عبادک سے مراد خدا کے عبد ہیں اور عبد کے معنے پوری فروتنی اور عاجزی سے اطاعت کرنیکے ہیں اسلئے عبد کے معنوں میں عاجزی سے پوری پوری اطاعت کا مفہوم لازمی ہے اور عبد کے معنے ہیں غلام جو آقا کے ہر ایک حکم کو مانتا اور اس کی پوری فرمانبرداری اختیار کرتا ہے۔ لہذا عبادک سے مراد وہ بندے ہوئے جو پوری عاجزی اور فروتنی سے خدا کے ہر ایک حکم کو مانتے ہیں اور اُسکے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے (لفظ عباد صیغہ جمع ہے۔ یہ ہم اس ڈر سے بیان کرتے ہیں کہ مبادا الف میم کہدے کہ اسجگہ مراد صرف عیسےٰؑ سے ہے) اگر شیطان نے یہ لفظ نہ بھی کہے ہوتے کہ خدایا تیرے مخلص عباد پر مجھے کوئی قابو نہیں تاہم لفظ عباد ہی اس بات کو بتا رہا ہے کہ وہ خدا کے پورے پورے فرمانبردار ہیں اور اسلئے شیطان کے فرمانبردار نہیں ہو سکتے۔ شیطان کی فرمانبرداری کرنیوالوں کو قرآن شریف میں عبد الطاغوت کہا گیا ہے جس طرح پر عبد الطاغوت شیطان کی فرمانبرداری

کرتے اور خدا کے حکمون کی خلاف ورزی کرتے ہین اسی طرح یہ عباد اللہ صرف خدا کے احکام کو مانتے ہین اور شیطان کا اُنپر کوئی حصہ نہین ہوتا اسلئے وہ انکو گمراہ بھی نہین کرسکتا۔ لفظ المخلصین کا استعمال جو عبادک کی تعریف مین ہوا ہے اس مضمون پر اور بھی روشنی ڈالتا ہے اسکا مادہ خلص ہے جسکے معنے صاف ہونا پاک ہونا ہر ایک ملاوٹ سے یا کھوٹ سے پاک ہوتا امن یا حفاظت مین ہونا یا آزاد ہونا ہین اس لئے مخلصین وہ لوگ ہین جو ہر ایک میل کچیل سے اور کھوٹ سے پاک کئے گئے ہون اور شیطان سے جو ہلاک کرنیوالا ہے محفوظ کئے گئے ہون۔ چنانچہ اخلص للہ العمل کے معنی ہین کہ اسکا عمل جو خدا کے لئے اس نے کیا ہر ایک کھوٹ اور ملاوٹ سے پاک تھا اور خالص خدا کیلئے ہی تھا اور اخلصنا ہم بخالصۃ ذکری الدار جو قرآن شریف مین آیا ہے اسکے بھی یہی معنے ہین کہ ہمنے انکو ایک نہایت پاک صفت سے پاک کر دیا ہے اور وہ کیا ہے دار آخرت کا یاد رکھنا۔ اسلئے لفظ مخلصین کا عبادک کی صفت مین لانا صاف اس بات کو بتارہا ہے کہ اللہ تعالے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اطاعت کا جو مفہوم عبادک مین پایا جاتا ہے وہ ایسی اطاعت نہین جس مین غیر کی اطاعت بھی ملی ہوی ہو بلکہ وہ اطاعت خالص خدا کی اطاعت ہے اور اس مین کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہین مخلص جسکی جمع مخلصین ہے اسکے معنے جو لین نے اپنی ڈکشنری مین کئے ہین وہ ہم پہلے دیکھ چکے ہین کہ اسکے معنے ہین وہ جسے خدا نے چن لیا اور جو ہر ایک قسم کی آلائش سے پاک ہے اور یہ بھی اسکے معنے ہین کہ جو وہ کہے یا کرے اپنے قول و فعل مین خالص اور بالکل پاک ہو۔ اب یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ مین آسکتی ہے کہ شیطان کا قابو ان لوگون پر نہین چل سکتا جو خدا کے ہاتھ سے پاک اور محفوظ کئے گئے ہون اور جنکو فطرتاً ایک پاکیزگی نفس کی عطا کی گئی ہو جو ان سے جدا نہین ہوسکتی اور جنکے دلونکو ہر قسم کی بدی کے خیال سے محفوظ کیا گیا ہو۔ ایسے لوگون پر شیطان کا کوئی تصرف نہین ہوسکتا اور وہ پیدایش سے ہی پاک اور معصوم ہوتے ہین اس تمام بحث کا یقینی نتیجہ ہے کہ ان لوگون کیطرف گناہ ہرگز منسوب نہین ہوسکتا جنکو عباد اللہ اور مخلصین کہا گیا ہے خصوصاً اس حالت مین جب کھولکر یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ شیطان کا انپر کوئی تصرف نہین اور وہ کبھی شیطان کی اطاعت نہین کرتے +

جو کچھ ہمنے اوپر لکھا ہے اس سے نہ صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ غوی جہان حضرت آدم کیلئے استعمال ہوا ہے اسکے معنے وہان گمراہ ہو جانیکے نہین بلکہ اس سے صاف طور پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء جو سب سے پہلے مخلصین مین شامل ہین بالکل معصوم ہین۔ اور اس لئے قرآن شریف کی بہت سی آیتونکے معنے کرنے مین ہمین اس اصول کو مد نظر رکھنا ہوگا جو قرآن کریم نے ایک جگہ بیان کر دیا ہے اور ایسے صاف الفاظ مین بیان کیا ہے جنکے معنو نمین کسی تاویل یا شبہ کی گنجایش باقی نہین رہی یہی ہماری مراد تھی جب ہمنے کہا تھا کہ قرآن شریف بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ مگر الف میم

نے اسکو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنانا چاہا ہے۔ اور وہ اس سے مراد یہ سمجھتا ہے کہ جب قرآن شریف مین ایک جگہ ایک لفظ کسی خاص معنے مین مستعمل ہو جائے تو پھر ہر جگہ اس لفظ کے وہی معنے لینے ہونگے لیکن یہ اصول ہمارا بیان کردہ نہین نہ کوئی سمجھدار آدمی اس سے متفق ہو سکتا ہے کیونکہ ہر جگہ لفظ کے معنے کرنے مین مختلف باتون پر غور کرنا ہوگا یہ نہین کہ ایک جگہ ایک معنے آگئے تو اب اندھا دھند ہر جگہ وہی معنے لگاتے چلے جائین ہم اس کی اور بہت سی مثالین دیسکتے ہین لیکن بالفعل صرف ایک مثال اور دیکر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہین۔

یہ مثال لفظ ظالم کے متعلق ہے۔ قرآن شریف کی سورہ بقرہ مین اللہ تعالے فرماتا ہے واذا ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عہدی الظالمین۔ ترجمہ۔ اور جب ابراہیم کو اسکے رب نے احکام بھیجکر آزمایا تو ابراہیم نے ان سب احکام کو پورا کیا اللہ تعالے نے فرمایا کہ مین تجھے لوگون کے لئے امام بناؤنگا۔ ابراہیم نے عرض کیا اور میری ذریت مین سے بھی فرمایا ظالمونکو میرا عہد نہین پہنچتا۔ چونکہ لفظ ظالم مختلف معنون مین آیا ہے اسلئے سب سے پہلا امر قابل غور آیت مذکورہ بالا مین یہ ہے کہ لفظ ظالم سے یہان کیا مراد لی گئی ہے مضمون آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم کو اللہ تعالے نے جب دیکھ لیا کہ وہ اسکے پورے طور پر فرمانبردار ہین اور احکام الہی کی بجاآوری مین ان کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ دیکھی تو عنایت الہی نے انکو اس قابل دیکھکر امامت یعنی نبوت کا منصب عطا فرمایا۔ پھر جب حضرت ابراہیم نے دعا کی کہ میری اولاد مین سے بھی نبی مبعوث فرمائے جاوین تو خدا تعالے نے فرمایا کہ ہان مین نبی تو بناؤنگا لیکن انکو نہین جو ظالم ہون۔ اس لفظ کے اسجگہ معنونکا فیصلہ کرنیکے لئے ہمین دیکھنا ہے کہ حضرت ابراہیم نے کیا کام کیا تھا جو انکو نبوت عطا ہوئی تھی کیونکہ لفظ ظالم مین اسکا خلاف ہونا چاہئے وہ کام احکام الہی کی کامل طور پر فرمانبرداری تھی جسکا اسی آیت مین ذکر ہے اسلئے لفظ ظالم سے مراد لامحالہ اسجگہ یہی ہوئے کہ جس سے احکام الہی کی کامل فرمانبرداری مین کوئی نقص رہ گیا ہو۔ اب لغت کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ظالم کے ایک معنے یہی ہیں جو اس آیت سے ثابت ہوتے ہین پس اس مین کوئی شک نہین کہ ظالمین سے اس جگہ وہ لوگ مراد ہین جو کسی حکم الہی کی عمداً خلاف ورزی کرتے ہین اب اس لفظ کے معنونکا فیصلہ ہو جانیسے ایک نہایت ضروری اور یقینی اصول ہمارے ہاتھ مین آجاتا ہے۔ ابراہیم کو حکم ہوتا ہے کہ تیری اولاد مین سے اسی کو نبی بناؤنگا جو میرے حکمونکا کامل طور پر فرمانبردار ہو۔ لیکن اللہ تعالے نے اسکو ایک عام رنگ مین بیان کیا ہے کہ لاینال عہدی الظالمین جسکے معنے یہ ہوئے کہ میرا عہد ظالمونکو کبھی نہین پہنچتا۔ اسکے یہ معنے تو ہو ہی نہین سکتے کہ اس سے پہلے خدا تعالے ظالمونکو نبی بنادیا کرتا تھا مگر اب آئندہ کے لئے اس نے ایک نیا اصول بنادیا ہے خدا تعالے کا قانون اٹل اور لاتبدیل ہے خود حضرت ابراہیم کو جنکی

اولاد کے ساتھ یہ وعدہ ہوتا ہے اسیوقت نبوت عطا ہوئی جب انہون نے احکام الہی مین کامل فرمانبرداری کھائی چنانچہ انکے متعلق لفظ ہین فاتمہن یعنی سب کے سب احکام کو پورا کیا اور خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہین کیا اسلئے خدا تعالے نے یہان اپنی ایک سنت بیان کی ہے کہ مین ظالمونکو کبھی نبی نہین بناتا۔ اب اگر ہم اسی کلام مین جس نے خود یہ اصول بیان کیا ہے کسی نبی کے متعلق لفظ ظلم کا استعمال پاوین تو ہم اسکے معنے حکم الہی کی خلاف ورزی نہین کر سکتے کیونکہ ایسے معنے قرآن شریف کے اپنے بیان کردہ اصول کے نقیض ہین۔ بلکہ ایسے موقعہ پر لفظ ظلم کے اور کوئی معنے کرینگے کیونکہ یہ لفظ ایسا ہے کہ اسکے مختلف معنے ہوسکتے ہین اس آیت سے ہمین صرف یہی پتہ نہین لگتا کہ قرآن شریف مین اگر کسی نبی کے متعلق لفظ ظلم کا استعمال ہوا ہے تو اسکے کیا معنے ہونے چاہئے بلکہ یہ ایک قطعی شہادت انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر ہے اور اسلئے ہم اس سے ان تمام آیتون کے معنے کرنے مین فائدہ اٹھا سکتے ہین جنسے ہمارے مخالف انبیا کے گنہ گار ہونیکا استدلال کرتے ہین۔ اب جو کوئی کہے کہ معنے کرنے مین یہ اصول مد نظر نہین رکھنا چاہئے بلکہ اگر لفظ ظلم ایک جگہ ایک معنے مین استعمال ہوا ہے تو ہر جگہ قرآن شریف مین اس کے وہی معنے مراد لینے چاہئے تو یہ محض حماقت ہے ہمارا فرض ہے کہ قرآن شریف کے معنے کرنے مین اس امر کو مد نظر رکھین کہ ایک آیت کا مضمون دوسرے کے خلاف نہ ہو۔ اگر اس اصول کو مد نظر رکھکر قرآن شریف کے الفاظ کے معنے کئے جاوین تو وہ تمام آیتین جنسے انبیاء کے گنہ گار ہونیکا استدلال کیا جاتا ہے بالکل صاف ہو جاتی ہین۔ سچا اصول یہی ہے کہ قرآن شریف کا کوئی حصہ دوسرے کے مخالف نہین اور اسلئے جب اسمین ایک دفعہ اللہ تعالے نے یہ فرمادیا کہ انبیاء ہر قسم کی آلائش سے پاک ہوتے ہین اور شیطان ان کو راہ راست سے پھیر نہین سکتا اور کوئی خدا کے حکم کی نافرمانی کرنیوالا کبھی نبی نہین ہو سکتا تو پھر کسی لفظ یا آیت سے اسکے خلاف نتیجہ نہین نکالا جاسکتا اگر معترضین اس اصول کو مد نظر رکھ کر اعتراض کرتے تو اپنے سارے اعتراضون کا جواب انکو خود قرآن شریف سے ہی ملجاتا۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی زبان کے الفاظ کا مختلف معانی کے لئے استعمال ہونا زبان کی بڑی خوبی ہے لیکن اسی بات پر معترض ٹھوکر کھا رہے ہین۔ عربی زبان اس بارے مین ہر ایک زبان پر فوقیت رکھتی ہے اور معترضین بھی اس سے بے خبر نہین ہین لیکن اپنے پیشہ کیخاطر انکو یہ سب کام کرنے پڑتے ہین۔ وہ اپنی کتابون مین یہ لکھا ہوا پڑھتے ہین کہ خود مسیح نے پطرس حواری کو شیطان کہا۔ لیکن اس مین انکو کوئی اعتراض پیدا نہین ہوتا مگر جب حضرت آدم کے متعلق لفظ ظلم انکو ملجاتا ہے تو اسکو بڑی فتح سمجھتے ہین کہ اب آدم گنہ گار ہوگیا حالانکہ خود قرآن شریف ایسے صریح اور صاف الفاظ مین جن کے اور کوئی معنے ہو ہی نہین سکتے یہ فرماتا ہے کہ خدا کے نبی کبھی خدا کے حکم کے خلاف نہین چلتے اور لفظ ظلم کے ایسے معنے لغت کی کتابونمین موجود ہین جو قرآن شریف کے بیان کردہ اصولونکے بالکل مطابق ہین یون یا در کھیا جیان مچھر چھانٹتے پر اونٹ نگل جاتے ہین ؁

یہ دلائل الف میم اور السین کے اعتراضون کی تردید کے لئے کافی ہین لیکن اس مضمون کو پورا کرنیکے لئے انکے چھوٹے چھوٹے اعتراضون کا جواب بھی مختصر طور پر اب ہم دیتے ہین السین اپنے اعتراضونکے شروع مین لکھتا ہے کہ (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت انبیاء کے بیخطا ہونے پر موقوف ہے اور لکھتا ہے کہ یہ امر سکے نزدیک مسلم ہے گذشتہ پرچے مین الف میم کے دیباچہ کا جواب دیتے وقت ہم نے یہ واضح طور پر بیان کیا تھا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ایک ثابت شدہ امر ہے اور اسلئے آپ کی عصمت پر ہمین اور کوئی دلیل دینے کی ضرورت نہین اصل مین اس بحث کے ختم کرنے کی ایک نزدیک راہ ہے مگر اسیوجہ سے کہ وہ نزدیک راہ ہے عیسائی اسکو اختیار کرنا پسند نہین کرتے۔ عصمت شفاعت کا جزو ہے اور اسلئے اگر شفاعت کا ثبوت قطعی ہاتھ مین آجائے تو عصمت خود ثابت ہو جاتی ہے برعکس اسکے محض عصمت شفاعت کے لئے کافی نہین ہے کم از کم مسلمانونکے نزدیک۔ کیونکہ ہر ایک معصوم شفیع نہین ہو سکتا۔ چنانچہ ہمنے انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے نمونے جو اس دنیا مین آ چکے دکھائے پیش کئے تھے۔ اور عیسائی صاحبان سے یہ سوال کیا تھا کہ یسوع کی شفاعت کا بھی کوئی ایسا صاف نمونہ پیش کرین لیکن عیسائیون نے اسکے برعکس طریق اختیار کیا ہے اور اسلئے ہم بھی اسی طریق پر اب انکے اعتراضونکا جواب دیتے ہین۔ اسکے بعد السین آدمؑ اور داؤدؑ کے تذکرہ کو لیتا ہے اور ان ہی دو مثالونسے عصمت کے کل سوال کا فیصلہ کرتا ہے "اگر آدمؑ اور داؤدؑ گنہ گار ہون تو گنہ گار کو چاہئے کہ وہ نجات کے لئے کوئی اور ذریعہ تلاش کرے" معلوم ہوتا ہے پادری صاحب نے اس مسئلہ پر اچھی طرح غور نہین کیا۔ اگر یسوع کے علاوہ ایک شخص بھی ایسا ثابت ہو جائے جسکی عصمت پر عیسائی حملہ نہ کر سکین تو انکے ہاتھ مین خاک بھی نہین رہتی اور تعجب یہ ہے کہ یسوع کی عصمت کو ثابت نہین کر سکتے جس صورت مین ہم قرآن شریف سے یہ دکھاتے ہین کہ شیطان کا انبیاء علیہم السلام پر تصرف نہین ہوتا اور خدا ظالم کو نبی نہین بناتا جس سے انبیاء علیہم السلام کی بالعموم عصمت ثابت ہوتی ہے تو اسکی تردید ایک یا دو نبیونکو لیکر نہین ہو سکتی بلکہ یہ ثابت کرنا چاہئے کہ قرآن شریف مین ایسی آیات ہین جن مین عام طور پر انبیاء علیہم السلام کو گنہ گارون کی جماعت کہا گیا ہو یا یہ نہ ہو تو کم از کم انکا فرض ہے کہ جسقدر انبیاء کے قرآن شریف مین نام آئے ہین ان سب کو گنہ گار کہا گیا ہے لیکن ان دونون باتونمین سے وہ کسی کو بھی ثابت نہین کر سکتے۔ تعجب ہے کہ کبھی ان لوگونکے دلمین یہ خیال نہین آتا کہ قرآن شریف تو کھلے لفظونمین انبیاء کی نسبت باربار فرماتا ہے کہ وہ خدا کے حکمونکے خلاف نہین چلتے اور اعلے سے اعلے درجہ کی تعریف کے الفاظ مین انکی تعریف کرتا ہے اور انکے اقوال اور افعال کو الہی سرچشمہ سے نکلے ہوئے بیان کرتا ہے اور اسکے برعکس ایک آیت بھی ایسی نہین جس مین اسی عمومیت سے انبیاء کو گنہ گار کہا گیا ہو یا خدا کے حکمونکو نہ ماننے والے کہا گیا ہو۔ اور جب یہ صورت ہے تو ہر طالب حق اور بے تعصب محقق

کا فرض ہے کہ جہان کسی خاص نبی کے خاص فعل کا ذکر ہے اسکے معنے کرنے مین اس طریق کو اختیار کرے جو انبیاء کی عام تعریف کے مطابق ہو۔ اسلئے ہم بار بار اس بات پر زور دیتے ہین کہ پادری صاحبان قرآن شریف سے ایک ہی ایسی آیت پیش کرین جس مین انبیاء کو عمومیت کے ساتھ گنہگارون کی جماعت کہا گیا ہو اور جبتک وہ ایسی آیت پیش نہین کر سکتے تو ایسے الفاظ کی بنا پر جنکے مختلف معنے ہو سکتے ہون کسی خاص نبی پر حملہ کرنا اصول مناظرہ کے خلاف اور مباحثہ کی ایک سب سے اہم اور ضروری تنقیح کو ٹالنا ہی تعجب ہے کہ اگرچہ ہمنے بار بار اس امر کیطرف توجہ دلائی ہے اور ان ہمارے مضامین کی تردید بھی مخالفین نے لکھی ہے لیکن اس ضروری بات کو وہ ایسے ٹال جاتے ہین کہ گویا پیش ہی نہین ہوئی۔

اب ہم ان اعتراضونکو لیتے ہین جو پادری الیسن نے حضرت آدم کی عصمت پر کئے ہین اور چونکہ الیسن اور الف میم کے اعتراض قریباً قریباً ایک ہی ہین اور ان مین سے یا ایسے ہی بعض اعتراضات کا جواب پادری ہانز کو ہم دے چکے ہین اس لئے ہم ان اعتراضون کا جواب دیتے وقت الف میم کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہین سمجھتے ہان اگر کوئی ضروری امر ایسا ہوگا جو الیسن صاحب نے پیش نہ کیا ہو تو اسوقت ہم الف میم کو جواب دینگے پادری الیسن سب سے پہلے آیت ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسى ولم نجد له عزما۔ کو لیتا ہے اسکے معنے کرنے مین وہ امام رازی کی سند پیش کرتا ہے لیکن جہانسے وہ رازی اور کشاف کا حوالہ لیتا ہے وہان نسیان کے دو معنے لکھے ہین یعنی اول ما هو نقيض الذكر (بھول جانا) اور دوسرا ترک (چھوڑ دینا) اور دونون میں سے اول الذکر معنونکو پہلے بیان کرکے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ انکے نزدیک ترجیح اول معنی کو ہے یعنی بھول جانا امام رازی انہین معنونکے نیچے حسن رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کرتے ہین کہ خدا کی قسم ہے آدم نے خلاف ورزی حکم الہی کی نہین کی مگر بھول جانیکے باعث۔ اگر یہ ترجیح نہ بھی پائی جاتی تو بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم ایسے معنی کرین جو ان آیتونکے مخالف نہ ہون جن مین انبیاء کو معصوم کہا گیا ہے اور علاوہ ازین جب وہ نسیان کے معنی ترک کر دیتے ہین تو انکی یہ مراد نہین ہوتی کہ حضرت آدم نے گنہگارونکی طرح حکم الہی کی نافرمانی کی بلکہ اسوقت وہ اسے اجتہادی غلطی قرار دیتے ہین اب الیسن صاحب ان معنی کو جسکو ترجیح دی گئی ہے ترک کرکے صرف دوسرے معنی کو پیش کرتے ہین اور وہ بھی الٹے رنگ مین اور اس طرح پر ناظرین کو دھوکا دیتے ہین۔ علاوہ ازین جہان امام رازی نسیان کے یہ دو معنے دیتے ہین وہ صرف مختصر طور پر دو مختلف رائون کا جو علما کے درمیان رہی ہین اظہار کرتے ہین اور مفصل بحث کے لئے سورہ بقرہ کا حوالہ دیتے ہین اسجگہ انہون نے ان دونون رائون پر مفصل بحث کی ہے پہلے وہ اس صورت پر بحث کرتے ہین کہ حضرت آدم بھول گئے اور اس صائم کی مثال دیتے ہین جو روزہ رکھتا ہے مگر بھول کر کھا پی لیتا ہے ایسی صورت مین کبھی یہ نہین کہا جاتا کہ اس نے گناہ کیا اسکے بعد وہ دو اعتراض بیان کرتے ہین جو ان معنون پر کئے گئے ہین اور دونوکی تردید کرکے دکھاتے ہین کہ یہ اعتراض صحیح نہین ہین اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہین معنون کو ترجیح دیتے ہین یہ ہم صرف اسلئے لکھتے ہین تا الیسن

صاحب کی غلط بیانی کو ظاہر کرین ورنہ اگر امام رازی اس معنی کو ترجیح نہ بھی دیتے تاہم اس معنی کی تائید مین دلایل اس قدر زبردست موجود ہین کہ کوئی انصاف پسند طبیعت ان کو رد نہین کرے گی۔ مذکورہ بالا دو اعتراضون مین سے پہلے اعتراض کا جواب دیتے وقت امام رازی لکھتے ہین "ہم اس بات کو تسلیم نہین کرتے کہ آدم اور حوا نے ابلیس کی بات کو مان لیا نہ ہی یہ کہ انہون نے اسکو صادق سمجھا..... آیت مین کوئی ایسا لفظ نہین جس سے یہ معلوم ہو کہ آدمؑ اور حوا نے یہ کام اسیوقت کیا جب ابلیس کے لفظ سنے یا بعد مین اور اس بات کا ثبوت کہ آدم جانتا تھا کہ ابلیس اس کا دشمن ہے قرآن شریف کی یہ آیت ہے ان ہذا عدو لک"۔ اسکے بعد امام رازی اس پہلو پر بحث کرتا ہے کہ حضرت آدم کا یہ فعل عمداً تھا اس صورت مین نسیان کے معنے ترک کے لئے جاوینگے پھر اسمین چار مذہب بیان کئے گئے ہین اور ان دو کو جو آدم کیطرف گناہ عاید کرتے ہین رد کیا گیا ہے +

افسوس ہے کہ اسقدر مضمون ایک غیر ضروری بحث کیلئے ہمین لکھنا پڑا لیکن پادری صاحبان کی غلط بیانی نے ہمین اس طریق کے اختیار کرنیکے لئے مجبور کیا ہے۔ کیونکہ اگر ان کی غلطی کو ظاہر نہ کیا جاوے تو پھر ان کی باتین سچی سمجھ لی جاوینگی اسکے بعد عزم کے معنو پر اعتراض کیا گیا ہے اسکا مفصل جواب پادری مانرو والے مضمون مین ہم دیچکے ہین اور اسلئے اسکا دہرانا ضروری نہین۔ فروری کے پرچہ مین ہم سندین پیش کر چکے ہین کہ کیون ہمنے وہ معنے لئے ہین جو وہان بیان کئے گئے ہین۔ ہان اسجگہ الف میم کا ایک اعتراض قابل غور ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم اولوالعزم انبیا مین سے نہ تھے یہ اسی قسم کی ایک غلط فہمی معانی الفاظ کے متعلق ہے جیسے ہم اوپر بیان کر چکے ہین کیونکہ لفظ عزم دونون جگہ ایک ہی معنون مین نہین آیا اس آیت کے متعلق کہ فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل مفسرین کی دو رائین ہین بعض کہتے ہین کہ اس سے مراد کل انبیاء ہین اور من تبیین کے لئے ہے نہ تبعیض کیلئے۔ یہ رائے دوسری رائے پر ترجیح رکھتی ہے جسکے رو سے بعض انبیاء اولوالعزم ہین اور بعض نہین اور اسکے کئی وجوہات ہین اول تو یہ کہ قرآن شریف کل نبیون کا نام نہین تا کوئی یہ کہہ سکے کہ فلان فلان نبی اولوالعزم ہین اور فلان نہین۔ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک۔ یعنی بعض نبیونکا ہمنے ذکر بھی نہین کیا۔ دوم بعض انبیاء کو اولوالعزم کی تعریف مین داخل نہ سمجھنا ان آیات کے خلاف ہے جنمین کل انبیاء کی عصمت کا ذکر ہے سوم مختلف نام اولوالعزم انبیاء کے تجویز کئے جاتے ہین اور اس امر پر کبھی اتفاق نہین ہو سکتا کہ فلان فلان نبی ضرور اولوالعزم اور دوسرے ضرور ہی اس تعریف سے خارج ہین اسلئے احسن طریق یہی ہے کہ سب انبیاء کو اولوالعزم سمجھا جاوے بلکہ عیسائیونکے لئے تو ایک اور مشکل بھی ہے یعنی یہ کہ کم سے کم نام انبیاء کے جو اولوالعزم کی فہرست مین داخل سمجھے گئے ہین ان مین حضرت مسیح شامل نہین ہین اس لئے وہ بھی حضرت آدم کیطرح انہین مین سے سمجھے گئے ہین جنمین عزم نہین پایا گیا یعنی اللہ تعالی کے احکام کو پورا کرنیکا ان مین عزم نہین تھا چنانچہ صرف چار انبیاء اس طرح اولوالعزم سمجھے گئے ہین جو بعض کے نزدیک حضرت نوح۔ ابراہیمؑ موسےؑ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بعض کے نزدیک حضرت موسی کی

بجائے انہیں حضرت ہودؑ شامل ہیں لیکن دونو نمین حضرت مسیحؑ شامل نہین ہین حالانکہ الف میم صاحب کے عجیب استدلال کے روسے صرف وہی ایک شخص تھا جو قرآن شریف اور حدیث کے روسے معصوم تھا گویا بعض مسلمانون نے حضرت مسیح کو اولوالعزم مین بھی داخل نہین سمجھا اور اسلئے اگر حضرت آدم مین الف میم کے معنونمین عزم نہین پایا گیا تو حضرت مسیح بھی اس عزم سے خالی ہین الف میم کی اس بحث سے ایک اور نتیجہ خیز بات پیدا ہوتی ہے اسکے نزدیک حضرت آدم نے حکم الہی کی نافرمانی کی اور اسلئے وہ اولوالعزم انبیاء مین سے نہ سمجھا گیا اسکا صاف نتیجہ یہ ہے کہ اولوالعزم وہی نبی ہین جنہون نے کبھی حکم الہی کی نافرمانی نہین کی لیکن چونکہ قرآن کریم صاف الفاظ مین اولوالعزم انبیاء کا ذکر کرتا ہے اسلئے اگر الف میم کی بات کو بھی مان لیا جاوے تو بھی بعض انبیاء تو قرآن کریم کے نزدیک ضرور معصوم ٹھہرے لیکن چونکہ رسولونمین اس قسم کی تفریق کو قرآن شریف نے جائز نہین رکھا اسلئے اگر بعض انبیاء معصوم ہین تو کل معصوم ہین اور یہ نتیجہ الف میم کی اپنی بحث کا ہے۔

اسکے بعد الیسن صاحب آیت **عصے آدم ربہ فغوی** کے معنون پر بحث کرتے ہین ہم نے کبھی اس سے انکار نہین کیا کہ عصیان کے معنے نافرمانی ہین ہمنے تو یہ لکھا تھا کہ جہان ایک طرف اللہ تعالی نے آدم کے اس فعل کا نام عصیان رکھا ہے خود ہی یہ بھی کہدیا کہ وہ بھول گئے تھے قرآن شریف مین جو کھانیکی چیزون کے متعلق ممانعت کا حکم ہے اسمین اور دوسری نواہی مین خدا تعالی نے ایک خاص امتیاز رکھا ہے انکی ممانعت کا حکم قرآن کریم مین چار جگہ ہے دو جگہ حکم کو بیان کرکے اسکے بعد یہ استثناء دیا گیا ہے۔ **فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان اللہ غفور رحیم**۔ (دوسری جگہ ہے **فان ربک غفور رحیم**) یعنی جو کوئی مضطر ہو جائے لیکن حکم کو توڑنیکی خواہش نہ رکھتا ہو اور نہ حد سے گذرنیوالا ہو تو اللہ غفور رحیم ہے۔ تیسری جگہ جہان یہ استثناء بیان کی گئی ہے وہان یہ لفظ ساتھ اور بڑہا دئے گئے ہین **فلا اثم علیہ** کہ اسپر کوئی گناہ نہین۔ اس استثناء مین یہ امر غور طلب ہے کہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ ایسے شخص کا گناہ کوئی نہین اور اللہ غفور ہے۔ اب اگر لفظ غفر کے معنے جیسا کہ کہا جاتا ہے گناہون کی معافی کے سوائے اور کچھ نہین تو غفور کے معنے بھی صرف یہی ہو سکتے ہین کہ جو گناہ سرزد ہو چکے ہین انکا معاف کرنیوالا لیکن ان معنون کے روسے لفظ غفور یہان استعمال نہین ہو سکتا کیونکہ خدا تعالے خود فرماتا ہے کہ ایسے شخص کا کوئی گناہ نہین اور جب گناہ نہین تو معاف کیا چیز ہوگی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لفظ غفر کے معنے صرف گناہ کی معافی کے نہین بلکہ انسانی فطرتی کمزوری جس سے انسان گناہ مین پڑتا ہے اس سے بچانیکے بھی ہین ورنہ اسکے کیا معنے کہ خدا اس شخص کیلئے غفور ہے جس نے کوئی گناہ نہین کیا۔ اس سے استغفار کے معنون پر روشنی پڑتی ہے لیکن اسجگہ یہ بحث ہمارا مقصود نہین ہے۔ چوتھی جگہ اسی استثنا کو ان لفظونمین بیان کیا گیا ہے **فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور رحیم**۔ جو کوئی مضطر ہو جائے بھوک سے لیکن گناہ کیطرف جھکنے والا نہو تو اللہ غفور رحیم ہے اس سے بھی استغفار کے معنونکے متعلق وہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے جو اوپر بیان ہوا۔ ان استثناؤنکو ہمنے اسلئے بیان کیا ہے کہ قرآن شریف مین جہان جہان کھانیکی چیزون

کی ممانعت کا ذکر ہے وہاں ضرور اس استثناء کو بھی بیان کیا ہے لیکن دوسری نواہی کے ساتھ اس استثناء کو ہرگز بیان نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانیکی چیزوں کے متعلق خدا تعالےٰ نے انسانی کمزوری کو مدنظر رکھکر ایک اجازت دی ہے جو دوسری نواہی کے متعلق نہیں دی - اب حضرت آدم کو جو حکم تھا وہ بھی کھانیکے متعلق ہی تھا کہ فلاں درخت کا پھل نہ کھانا لیکن ایسی صورت میں خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص مجبوری کی حالت میں کھاتا ہے وہ گناہ کا مرتکب نہیں اگرچہ یہ بیان ہے کہ خدا تعالیٰ کی نہی کی خلاف ورزی تو اس سے ہو گئی اب کھوا جاتا اگر اضطرار کی حالت سے بڑھکر نہیں تو کم ازکم اس جیسا عذر تو ضرور ہے اور اسلئے حضرت آدم کا فعل گناہ نہیں کہلا سکتا - حضرت آدم کے متعلق یہ لفظ کہ وہ ایسا کرنیمیں باغ یا عاد تھا یعنی حکم الہی کو توڑنیکی خواہش رکھنے والا یا حد سے گذرنیوالا کہیں نہیں آئے حضرت آدم کی دعا کے الفاظ بھی اللہ تعالےٰ کی ان صفات کے مطابق ہیں - جو استثناء مذکورہ بالا کے بعد بیان ہوئے یعنی غفور اور رحیم کیونکہ حضرت آدم بھی یہی دعا کرتے ہیں کہ ان لم تغفر لنا وترحمنا اور اس طرح اللہ تعالےٰ کی صفات غفر اور رحم سے ہی پناہ مانگتے ہیں اور یہی وہ صفات ہیں جو اس شخص کیلئے حرکت میں آتی ہیں جو مضطر ہو کر ممنوع کھانیکی اشیاء میں سے کوئی چیز کھا بیٹھے اس تمام تحقیقات سے ظاہر ہے کہ حضرت آدم کا فعل گناہ ہرگز نہیں کہلا سکتا -

اعتراض کا دوسرا حصہ لفظ غوی کے معنوں کے متعلق ہے اور ہمیں پھر یہی کہنا پڑتا ہے کہ اسکی تردید بھی فروری کے پرچہ میں ہو چکی ہے - ایلسن صاحب کا یہ بھی خیال ہے کہ لسان العرب میں جو غوی کے معنے فسد علیہ عیشہ لکھے ہیں اسکے معنے ہمنے ٹھیک نہیں کئے اسمیں شک نہیں کہ فساد کے معنے وہ بھی ہیں جو ایلسن صاحب نے لکھے ہیں لیکن اس لفظ کے معنے کسی قسم کا خلل واقع ہونا بھی آتے ہیں جسکے لئے کم ازکم لین کی ڈکشنری کو دیکھا جا سکتا ہے - ایلسن کے نزدیک اس فقرہ کے صحیح معنے یہ ہیں کہ اسکی زندگی پاکیزگی کی حالت سے بگڑ گئی یعنی وہ ناپاک زندگی بسر کرنے لگا ایسے خیال پر قرآن شریف لعنت بھیجتا ہے اور ایلسن کے الفاظ سے اسکے سوائے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا اب ہم ان وجوہات کو بیان کرتے ہیں جنکی بنا پر ہمنے اس فقرہ کے یہ معنے کئے تھے - کہ اسکی امن میں خلل آگیا جس جنت میں حضرت آدم رکھے گئے تھے اسکے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان لک الا تجوع فیہا ولا تعری وانک لا تظمؤا فیہا ولا تضحی - اس جنت میں ہم تجھ کو یہ آرام دیتے ہیں کہ یہاں نہ تو بھوکا ہوگا نہ ننگا اور نہ تجھے پیاس لگیگی نہ دھوپ - یہ آدم کی زندگی کا نقشہ ہے جو اسے جنت میں حاصل تھی - اور اسے ہم امن کی زندگی نہ کہیں تو اور کیا کہیں ایسی امن کی حالتمیں جو حضرت آدم کو میسر تھی ممنوع درخت کے کھانیسے خلل آیا اور اسکو روح کی پاکیزگی یا پلیدی سے کچھ تعلق نہیں بلکہ یہ زندگی کی ایک خاص حالت کا نقشہ ہے جو بعد میں جب حضرت آدم کو وہ جنت چھوڑنا پڑا بدل گیا کیونکہ اس جنت سے باہر یہ آرام اسکو نہ مل سکتے تھے کہ نہ بھوک لگے نہ پیاس نہ دھوپ چنانچہ جہاں خدا تعالےٰ نے حضرت آدم کے دانہ کھانیکا ذکر کیا ہے وہاں ساتھ ہی اسکا یہ فوری نتیجہ لکھا ہے کہ فبدت لہما سوآتہما یعنی انکا ننگا ہونا انپر ظاہر ہو گیا اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ حضرت آدم کو فرماتا ہے فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی ۔ ۔ ۔

نکلتا ہے کہ جو امن حضرت آدم کو اس جنت میں حاصل تھا ممنوع پھل کھانیسے اسمیں خلل آگیا + (باقی آیندہ)

حضرت اقدس کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل کے لئے پھر یاددہانی

رسالہ میگزین کی کثرت اشاعت و اعانت کے متعلق جسقدر حد سے بڑھے ہوئے پُرزور الفاظ مین حضرت اقدس عہ نے اپنی جماعت کے پرجوش باہمت و مخلص احباب کو تاکید اکید فرمائی ہے وہ اس امر کی مقتضی تھی کہ اپنی جماعت کا کوئی فرد اس رسالہ کی خریداری سے محروم نہ رہتا لیکن موجودہ تعداد خریداری ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت اقدس عہ کے یہ دل کو ہلا دینے والے تاکیدی پُرزور الفاظ ابھی اپنی جماعت کے جملہ مخلص احباب کے کانون تک نہین پہونچے ورنہ اپنے مخلص احباب کی باہمت دل اور پرجوش روحین جب تک رسالہ کی خریداری کو حضرت اقدس عہ کی فرمائی ہوئی دس ہزار تعداد تک نہ پہونچا دیتین اپنے پیارے مطاع امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی بجا آوری مین اپنے من تن دھن کسی قسم کی خدمت و اعانت سے فرق نہ رکھتین +

بلا ریب نسبتاً اب درخواست ہائے خریداری کا بڑھنا شروع ہو گیا ہے مگر الحال اس مین وہ روز افزون ترقی نظر نہین آتی جو جلد تر تعداد خریداری کو حضرت اقدس عہ کی فرمائی ہوئی تعداد تک پہنچانے کے لئے درکار ہے لہذا ایک دفعہ پھر اپنے مخلص احباب و برادران کو حضرت اقدس عہ کے ارشاد کی تعمیل کیطرف توجہ دلائی جاتی ہے تاکہ وہ تعداد خریداری کو بڑھانے کی کوشش کے علاوہ حضرت اقدس علیہ السلام کے ارشاد کے ان تاکیدی الفاظ کو اپنے دیگر برادران کے کانون تک پہنچانے کی بھی سعی فرماوین تاکہ اپنی جماعت کا ہر ایک مخلص بھائی خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اپنے پیارے امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے مطلع ہو کر رسالہ کی اشاعت و اعانت مین حسب استطاعت و حسب توفیق خود حصہ لیکر سابق بالخیرات بنے جو اسکے لئے باعث حصول ثواب عقبےٰ ہو حسنات دارین حاصل کرنیکا عین موقعہ ہے کاش اکوئی وقت پر اس کی قدر کرنے والا ہو۔ درگاہ رب العزت سے تہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم و رحمت غیر متناہی سے اپنی جماعت کے جمیع مخلص احباب کے دلونکو ایسے کارہائے خیر مین سبقت لیجانیکی توفیق بخشے جس سے ثمرات حسنہ اخروی حاصل کر سکین۔ آمین۔ ثم آمین

(نوٹ) جملہ خریداران خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھا کرین۔ نمبر خریداری نہ لکھنے کیصورت مین توقف یا عدم تعمیل کی شکایت بیجا تصور ہوگی +

مینیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

”ضروری استدعا“

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پیٹنٹ یا غیر پیٹنٹ کیضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہین اور اپنے مقامی سٹیشن مین کسی انگریزی دوائی خانہ کے نہ ہونے کے باعث انہین کسی اور شہر سے ادویات منگوانی ہوں

ضیاء الاسلام پریس قادیان مین باہتمام حکیم مولوی فضلدین صاحب طبع ہوا۔